”علیہ السلام“ اور ”رضی اللہ عنہ“ کے استعمال کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب	:	علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کا شرعی حکم
مؤلف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شوال المکرم ۱۴۳۰ھ/اکتوبر ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت	:	۳۵۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

عوام وخواص میں یہ مسئلہ موضوع بحث رہتا ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ”علیہ الصلاۃ والسلام“ یا ”علیہ السلام“ کہنا کیسا ہے؟ اسی طرح عوام اس میں بھی بہت نزاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ غیر صحابہ کو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنا یا لکھنا درست نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حضور غوث اعظم وغیرہم کو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنے پر سخت اعتراض کرتے ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو کچھ تو ”علیہا السلام“ لکھتے ہیں اور کچھ اس سے منع کرتے ہیں۔

اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اِن مسائل پر ہمارے دارالافتاء سے حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی کے تحقیقی مفصل فتاویٰ کو جمع کرکے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور اِن فتاویٰ میں ان مسائل پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔

ادارہ اس رسالہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 186 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عرفان المانی

Ishaate Islam

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	فتویٰ نمبر 1: غیر انبیاء و ملائکہ پر انفراداً صلاۃ و سلام کا حکم	5
۲۔	جواب	5
۳۔	انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے ”صلاۃ“	6
۴۔	پہلا قول	6
۵۔	دوسرا قول	7
۶۔	تیسرا قول	10
۷۔	چوتھا قول	10
۸۔	ائمہ ثلاثہ کا قول	10
۹۔	راجح قول کی تائید	12
۱۰۔	جمہور علماء کے اقوال	14
۱۱۔	مجوزین کے مستدلات کا جواب	25
۱۲۔	حکم	29
۱۳۔	انبیاء و ملائکہ کے غیر پر ”سلام“	33
۱۴۔	سلام اور صلاۃ میں مناسبت	34
۱۵۔	مجوزین کو تنبیہ	39
۱۶۔	سلام کا حکم	41
۱۷۔	اہل بدعت کا اختراع	43

۱۸۔	اہل بدعت کا شعار	45
۱۹۔	اہل بدعت سے مشابہت	47
۲۰۔	آخری بات	49
۲۱۔	فتویٰ نمبر 2: غیر صحابہ کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنا	50
۲۲۔	جواب	50
۲۳۔	قرآن کریم سے تائید	50
۲۴۔	بعض لوگوں کے قول کی حیثیت	53
۲۵۔	مستحب ترتیب	54
۲۶۔	اس ترتیب کا عکس	56
۲۷۔	محدثین، فقہاء اور علماء کا عمل	59
۲۸۔	فتویٰ نمبر 3: صحابی بن صحابہ کے لئے کیا کہا جائے؟	67
۲۹۔	جواب	67
۳۰۔	فتویٰ نمبر 4: حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا کہا جائے؟	68
۳۱۔	جواب	68
۳۲۔	ماخذ و مراجع	72

Ishaate Islam

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ”علیہ الصلاۃ والسلام“ یا ”علیہ السلام“ نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے یا اُن کے غیر کے لئے بھی بولا جا سکتا ہے، اگر اُن کے لئے خاص ہے تو بولنے والے کے کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اسماء کے ساتھ تعظیمی یا دعائیہ جملے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ الصلاۃ والسّلام، علیہ السّلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا، لیکن اس باب میں ائمہ دین، مشائخ عظام، علماء کرام کی تصریحات مذکور ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء وملائکہ علیہم السّلام کے علاوہ دوسروں کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا دعائیہ جملہ ذکر کیا جائے اور اُن کے لئے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام کا کہنا درست نہیں ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام جملوں کا استعمال ہر مومن کے لئے جائز ہو، جیسے قیاس تو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ عزّ وجلّ کا استعمال جائز ہونا چاہئے کہ کہا جائے کہ حضرت محمد عزّ وجلّ کیونکہ نبی ﷺ عزیز اور جلیل ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ الآية (۱)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنز الایمان)

اِسی طرح قیاس چاہتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم یا علیہ الصّلاۃ والسّلام وغیرھا دعائیہ جملے استعمال کرنا درست ہو کہ کہا جائے حضرت ابو بکر ﷺ، حضرت عمر علیہ الصلاۃ والسّلام، حضرت علی علیہ السّلام وغیر ذلک کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ﴾ الآية (۲)

۱۔ الفتح: ۹/۴۸

۲۔ الأحزاب: ۴۳/۳۳

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے۔ (کنز الایمان)

کہ یہ ”یصلّی علی المؤمنین“ کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ﴾ الآية (۳)

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے ربّ کے درود ہیں اور رحمت۔ (کنز الایمان)

کہ یہ ”علی المؤمنین صلوات“ کے معنی میں ہے لہٰذا قیاس چاہتا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ہر مومن کے لئے اِن تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن ہم اِس مقام پر قیاس کو ترک کر کے اسلاف صُلحاء کے طریقے اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ اُن میں سے کسی نے بھی قال النبی عزّوجلّ یا قال الرسول عزّوجلّ یا قال ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام وغیرہ نہ لکھا ہے اور نہ ہی اُس کی کسی نے تعلیم دی ہے۔

اب ہم اپنی اس تحریر میں پہلے انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے صلاۃ کے استعمال کے بارے میں صحابہ کرام اور علماءِ اسلام سے اقوال لائیں گے، پھر جمہور کے نزدیک راجح قول کی تائید میں علماء کرام کے اقوال لائیں گے، پھر غیر انبیاء وملائکہ کے لئے اِس کے استعمال کا حکم بیان ہوگا، پھر صلاۃ اور سلام میں کے حکم میں مناسبت بیان کی جائے گی اور انبیاء وملائکہ علیہ السلام کے غیر کے لئے علیہ السلام کہنے اور لکھنے کے بارے میں حکم اور اُس پر اقوالِ علماء لائے جائیں گے اور بتایا جائے گا کہ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے صلاۃ یا سلام یا دونوں کا استعمال جب ہمارے اسلاف نے نہ کیا اور نہ اُس کی تعلیم دی پھر اِس کا استعمال کس نے شروع کیا اور وہ کون لوگ ہیں جو اِس کا استعمال کرتے ہیں، اور اُن کی اتباع اور اُن سے مشابہت کے بارے میں کیا حکم ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کے غیر کے لئے ”صلاۃ“

انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے ”صلاۃ“ کے بارے میں اقوالِ علما مختلف ہیں:

پہلا قول: ایک قول تو یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اُن کا استدلال قرآن وحدیث سے

۳۔ البقرۃ: ۱۵۷/۲

ہے چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

واستدلّ له بقوله تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ (٤) وبما صحّ من قوله ﷺ "اللّٰهمّ صَلّ علی آل أبي أوفی" أو قوله علیه الصّلاة والسّلام وقد رفع یدیه: "اللّٰهم اجعل صلاتك ورحمتك علی آل سعد بن عبادة" وصحّح ابن حبان خبر" أن امرأة قالت للنّبيّ ﷺ: صلّ عليّ وعلی زوجي ففعل" وفي خبر مسلم" إن الملائكة تقول لروح المؤمن: صلّی اللّٰه علیك وعلی جسدك (٥)

یعنی، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان، ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُس کے فرشتے'' اور نبی ﷺ کے فرمان سے جو صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ''اے اللہ! درود بھیج آلِ اَبی اوفٰی پر'' (٦) اور آپ ﷺ کے فرمان سے کہ جس میں آپ نے اپنے مبارک دست اٹھائے ''اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عبادہ کی آل پر فرما'' (٧) اور اُس خبر سے کہ جس کی تصحیح ابن حبان نے فرمائی کہ ایک عورت نے نبی ﷺ

٤۔ الأحزاب:۳۳/٤۳

٥۔ تفسیر روح المعانی سورة (۳۳) الأحزاب، الآیة ٥٦، ۲۱_۲۲/۳٥٥، مطبوعة: داراحیاء اثرات العربي، بیروت الطبعة الاولی ١٤۲۰ھ ـ ۱۹۹۹م

٦۔ پوری حدیث یہ ہے کہ حضرت ابن اَبی اوفٰی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے، اے اللہ! آلِ فلاں پر صلاۃ نازل فرما (یعنی آپ اس کے لئے دعا فرماتے) اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ! آلِ اَبی اَوفٰی پر صلاۃ نازل فرما'' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم:١٤۹۷) میں، امام مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم:۱۰۷۸) میں، امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم:١٥۹۰) میں، امام نسائی نے اپنی "سنن" (برقم:۳٤٥۹) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم:۱۷۹٦) میں روایت کیا ہے۔

٧۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم:٥۱۸٥) میں روایت کیا ہے۔

کی بارگاہ میں عرض کی ''آپ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیجئے تو آپ نے ایسا کیا'' (٨) اور مسلم شریف کی حدیث کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر رحمت بھیجے'' سے استدلال کیا ہے۔(٩)

دوسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں:

وقیل: لاتجوز مطلقاً (١٠)

یعنی، اور کہا گیا کہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر مکی متوفی ٤٦٣ھ (١١) اور علامہ ابو عبد الملک محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ (١٢) اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا: فلا یجوز أن یصلّی علی أحدٍ إلا علی النّبيّ ﷺ وحده خاصّةً لأنه خُصّ بذلك۔

یعنی، انہوں نے کہا کہ پس جائز نہیں کہ صلاۃ بھیجی جائے کسی ایک پر سوائے تنہا نبی ﷺ کے خاص طور پر، کیونکہ آپ ہی اِس کے ساتھ

٨۔ اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی "سنن" (المقدمه، برقم:٤٥) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں (جیسا کہ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، برقم:۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱٤ میں ہے) اور امام ابن ابی شیبہ نے "المصنّف" (برقم:۸۸۰۹، کتاب الصلاة، الصلاة علی غیر الأنبیاء ٦/٤۷، ٤۸، طبع المجلس العلمی، و کتاب صلاة التطوع و الإمامة، الصلاة علی غیر الأنبیاء، ۲/٤۰۱، طبع دار الفکر، بیروت) میں روایت کیا ہے۔

٩۔ اس آیت اور دیگر آیات اور ان احادیث اور دیگر احادیث میں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر انبیاء و ملائکہ پر انفراداً صلاۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے، جس پر چاہے صلاۃ بھیجے اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور اپنا حق جسے چاہیں عطا فرما دیں لہٰذا یہ آیات و احادیث ہماری بحث سے متعلق نہیں ہیں۔

١٠۔ تفسیر روح المعانی، ۲۱_۲۲/۳٥٥

١١۔ التمهید مالك عن عبدالله بن أبي بكر بن حزم، حدیث سادس عشر (برقم:٤٤٨/١٦)

١٢۔ تفسیر القرطبي، سورة التوبة لآیة:۱۰۳، ٤/۲٤۹

Ishaate Islam

خاص کئے گئے ۔

اور اُن کا استدلال ہے کہ:

واستدلّوا بقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً﴾ (١٣)

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ’’رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے‘‘ سے استدلال کیا ہے۔

اور امام قرطبی لکھتے ہیں:

وبأن عبدالله بن عباس كان يقول: لايصلّى على أحدٍ إلّا على النّبيّ صلى الله عليه وسلم (١٤)

یعنی، اور اس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ’’نبی ﷺ کے سوا کسی پر درود نہ پڑھا جائے‘‘۔

اور مطلقاً ناجائز کہنے والوں نے قرآن اور اثرِ ابن عباس سے استدلال کے علاوہ اہلِ بدعت کے شعار کو بھی عدمِ جواز کی علّت بتایا ہے جیسا کہ علامہ نابلسی نے نقل کیا کہ:

و قال الآخرون: لا يجوز ذلك لأن الصّلاة على غير الأنبياء صار من شعار أهل الأهواء يصلّون على من يعتقدون فيهم العصمة فلا يقتدى بهم (١٥)

یعنی، دوسروں نے کہا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ غیرِ انبیاء پر صلاۃ بھیجنا اہلِ ہوا کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ جن میں عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں (یعنی جنہیں معصوم قرار دیتے ہیں) اُن پر صلاۃ بھیجتے ہیں لہٰذا اُن اہلِ ہوا کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ (١٦)

١٣۔ النور: ٢٤/٦٣

١٤۔ تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ الآیۃ ١٠٣، ٤/٢٤٩

١٥۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ ١/٩

١٦۔ یاد رہے کہ اُن کا شعار انفراداً صلاۃ وسلام بھیجنا ہے نہ کہ تبعاً جیسا کہ جمہور علماء کرام نے یہی فرمایا ہے لہٰذا غیر انبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام نہ بھیج کر اُن کی اقتداء اور اُن کے ساتھ تشبّہ سے گریز کرنا ہوگا۔

تیسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ استقلالاً جائز نہیں تبعاً اُن کے لئے جائز ہے کہ جن کے بارے میں نص وارد ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

وقيل: لا تجوز استقلالاً وتجوز تبعاً فيما ورد فيه النصّ كالآل أوألحق به كالأصحاب، واختاره القرطبي وغيره، (١٧)

یعنی، کہا گیا کہ استقلالاً جائز نہیں اور تبعاً اُن کے لئے جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہے جیسے آل اور اُن کے ساتھ اصحاب کے مثل کو لاحق کیا گیا اور اسے امام قرطبی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے۔

امام قرطبی نے پہلے یہ قول ذکر فرمایا پھر وہ جو اوپر ذکر کیا گیا پھر اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأوّل أصحّ (١٨)

چوتھا قول: ایک اور قول یہ ہے کہ تبعاً مطلقاً جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں۔

اَئمہ ثلاثہ کا قول

یہی چوتھا قول امام ابوحنیفہ اور اُن کے متّبعین، امام مالک، امام شافعی اور جمہور ائمہ دین کا قول ہے، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

وقيل: تجوز تبعاً مطلقاً ولاتجوز استقلالاً ونسب إلى أبي حنيفة وجمع (١٩)

یعنی، اور کہا گیا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور علماء کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی متوفی ٩٠٢ھ لکھتے ہیں:

و قالت طائفة: يجوز تبعاً مطلقاً و لا يجوز استقلالاً و هذا قول

١٧۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٣) الأحزاب، الآیۃ: ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

١٨۔ تفسیر القرطبی: ٤/٨/٢٤٩

١٩۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٣) الأحزاب، الآیۃ ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

Ishaate Islam

أبي حنيفة و جماعته (٢٠)

یعنی، ایک جماعت نے کہا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ امام ابوحنیفہ اور آپ کی جماعت کا قول ہے۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و قال أبو حنيفة، و أصحابه، و مالك، والشافعي، و الأكثرون أنه لا يصلى على غير الأنبياء عليهم الصلاة و السلام استقلالاً فلا يقال: اللهم صلّ على آل أبي بكرٍ، و لا على آل عمرَ و غيرهما، و لكن يصلّى عليهم تبعاً (٢١)

یعنی، امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے، پس اللھم صلّ علی آلِ أبي بکرٍ اور اللھم صلّ علی آل عُمرَ وغیرہ نہیں کہا جائے گا، لیکن ان پر تبعاً صلاۃ کہی جائے گی۔

امام محمد بن خلیفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: امام مالک نے انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلاۃ کو مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ گزرے ہوئے علماء کے عمل سے نہیں ہے۔(۲۲)

امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی حنفی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲۳)

٢٠۔ القول البديع في الصّلاة على الحبيب الشّفيع، الباب الأول، هل يصلى على غير الأنبياء الخ، ص ٦٤، مطبوعة: دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥ھ۔ ١٩٨٥م

٢١۔ عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

٢٢۔ إكمال إكمال المعلم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٢٣۔ إكمال المعلم بفوائد مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ بعد التشهد، برقم:٧٠۔ (٤٠٨)، ٣٠٥/٥

اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ”امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(٢٤)

راجح قول کی تائید

جمہور علماء اُمت اِس پر ہیں کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلاۃ بلا کراہت جائز ہے نہ کہ استقلالاً جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے بھی ظاہر ہے، جمہور کے مؤقف کی تائید سورۃ (۲۴) النور کی آیت: ۶۳ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ الآية (٢٥)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔(کنز الایمان)

اس آیت سے استدلال کرنے والوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دُعا میں صلاۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لئے بھی دُعا میں صلاۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کے لئے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ آیہ کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ امتیاز رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل یہ ہے کہ آپ جب حضور ﷺ کے روضہ اطہر پہ حاضر ہوتے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں صلاۃ پیش کرتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے جیسا کہ ”التمهيد“ (٢٦) میں ہے۔(٢٧)

٢٤۔ فتح الباري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٤٦١/٣/٤

٢٥۔ النور:٦٣/٢٤

٢٦۔ التمهيد، مالك عن عبد الله بن أبي بكر (برقم:١٦/٤٤٨)، ٩٩/٧

٢٧۔ یاد رہے کہ ”مؤطا امام مالک“ کے موجودنسخوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے روضہ اطہر پہ حاضر ہوتے، نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلاۃ بھیجتے (الموطا للإمام مالك، كتاب قصر الصّلاة في السفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٢١٤، أثر، ص ١٢٤) تو حافظ ابن عبدالبر نے اس کا رَدّ کیا ہے اور فرمایا کہ ”مؤطا“ کے راوی یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ

اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ''نبی ﷺ کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں''۔(۲۸)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول 'انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا جائز نہیں اور امام سفیان نے فرمایا: مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے سوا کسی اور پر صلاۃ بھیجی جائے۔(۲۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ

لَا يُصَلَّى عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ سَائِرِ النَّاسِ يُدْعَى لَهُمْ، يُتَرَحَّمُ عَلَيْهِمْ (۳۰)

یعنی، نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلاۃ نہ بھیجے باقی لوگوں کے لئے دُعا کی جائے اور اُن پر رحمت بھیجی جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَنْبَغِي الصَّلَاةُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّينَ (۳۱)

حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے (التمهيد، برقم:٤٤٨، ١٦/٧، ٩٩/٧۔ أيضاً الاستذكار، كتاب قصر الصّلاة الخ، باب ما جاء في الصّلاة على النبيّ، برقم:٣٦٧، ٣٢٣/٢)

۲۸۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امام ابن شیبہ نے "المصنّف" (كتاب الصّلاة على غير الأنبياء، برقم:٨٨٠٨، ٤٧/٦، ٥١٩/٢) میں، اور ابن عبدالبر نے "التمهيد" (مالك عن عبدالله بن أبي بكر، حديث السادس عشر لعبد الله بن أبي بكر (برقم:٤٤٨، ١٦/٧، ٩٩/٧) میں روایت کیا ہے۔

۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النبيّ ﷺ، برقم:٣٣١٩، ١٤١/٢

۳۰۔ الاستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السفر، باب ما جاء في الصّلاة على النبيّ ﷺ، برقم:٣٦٧، ٣٢٣/٢

۳۱۔ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، الصّلاة على غير الأنبياء، برقم:٨٨٠٨، ٤٧/٦ أيضاً الإستذكار، كتاب قصر الصلاة الخ، باب ما جاء في الصلاة على النبيّ ﷺ، برقم:٣٦٧، ٣٢٥/٢

یعنی، انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی پر صلاۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول الله ﷺ: "صَلُّوا عَلَى أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَ رُسُلِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِي (۳۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں پر صلاۃ بھیجو، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے اقوال

اور جمہور علماء اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

و اتفقوا على جواز جعل غير الأنبياء تبعاً لهم في الصلاة، فيقال: اللهم صلّ على محمد، و على آل محمد، و أصحابه، و أزواجه و ذرّيته، و أتباعه للأحاديث الصّحيحة في ذلك، و قد أمرنا به في التّشهّد، و لم يزل السّلف عليه خارج الصّلاة أيضاً (۳۳)

یعنی، آئمہ کا انبیاء (و ملائکہ) غیر پر تبعاً صلاۃ بھیجنے کے جواز پر اتفاق ہے، پس اس معاملہ میں احادیث صحیحہ وارد ہونے کی بنا پر کہا جائے گا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَ أَصْحَابِهِ، وَ أَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ وَ أَتْبَاعِهِ، اور ہمیں اس کا تشہد کا حکم دیا گیا ہے نیز اسلاف نماز سے باہر بھی ہمیشہ اسی پر رہے۔

۳۲۔ الإستذكار، برقم:٣٦٨، ٢/ ٣٢٤

۳۳۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ، باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ، ص ١٥٤، مطبوعة: دار البيان، دمشق، الطبعة الثالثة ١٤٢٤ھـ ٢٠٠٣م

Ishaate Islam

اور امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

و يجوز الصّلاة على غيره تبعاً و يكره استقلالاً لأنه صار شعارًا لذكر الرسول، و لذلك كره أن يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عزيزًا جليلاً (٣٤)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، کیونکہ وہ (یعنی صلاۃ و سلام) رسول کے ذکر کے لئے شعار بن گیا اور اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ محمد عزّ و جلّ کہا جائے اگرچہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

يجوز الصّلاة على غيره تبعاً، و يكره استقلالاً، قال الشيخ محيّ الدّين فی "كتاب الأذكار": أجمعوا على الصّلاة على نبيّنا محمدٍ و على سائر الأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام و الملائكة عليهم السّلام استقلالاً و أما غير الأنبياء فالجمهور لا يصلّى عليهم ابتداءً (٣٥)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، شیخ محی الدین نے ''کتاب الأذکار'' میں فرمایا کہ ائمہ دین کا ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ و السّلام اور ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے جائز ہونے پر اِجماع ہے مگر غیر انبیا تو جمہور علماء اِس پر ہیں کہ اُن پر ابتداءً (یعنی استقلالاً) ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے۔

اور علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

۳۴۔ تفسير البيضاوی، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٢٣٦/٦، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ۔ ١٩٩٨م

۳۵۔ حاشية ابن التمجيدعلى تفسير البيضاوی، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٥١٦/١٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ۔ ٢٠٠١م

و يجوز الصّلاة على غيره تبعاً (٣٦)

یعنی، غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے۔

اور علامہ محمد بن احمد خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ (۳۷) اور قاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ (۳۸) لکھتے ہیں:

و تجوز الصّلاة على غيره تبعاً له و تكره استقلالاً، لأنه فی العُرف صار شعارًا لذكر الرُّسل، و لذلك كره أن يقال لمحمد: عزّ وجلّ، و إن كان عزيزًا جليلاً۔ و اللفظ للشربيني

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار بن گیا، اسی لئے مکروہ ہے حضرت محمد ﷺ کے لئے ''عزّ و جلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا:

و تجوز الصّلاة على غيره تبعاً، و تكره استقلالاً، لأنه فی العُرف صار شعارًا لذكر الرُّسل، كما ذكره البيضاوی و الشّوكانی و غيرهما فلا يقال: صلّى اللّٰه على فلان أو فلان عليه السّلام (٣٩)

یعنی، اُن کے غیر (یعنی انبیاء و ملائکہ کے غیر) پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گیا، جیسا کہ علامہ بیضاوی اور شوکانی نے کہا، پس نہیں کہا جائے گا

۳۶۔ حاشية القُونوی على تفسير البيضاوی، سورة الأحزاب، الاية:٥٦، ١٥٦/١٥

۳۷۔ تفسير الخطيب الشربيني، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٣٣٧/٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ۔ ٢٠٠٤م

۳۸۔ تفسير أبي السعود، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٤٢٨/٥

۳۹۔ التفسير المنير، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية: ٥٦، ص٤١٩، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ۔ ٢٠٠٣م

صلّی اللہ علی فلان، یا فلان علیہ السلام۔

علامہ شیخ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی شیخ جامع ازہر متوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

و الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء و الملائکۃ تبعاً جائزۃ بالاتفاق (٤٠)

یعنی، غیر انبیاء و ملائکہ پر تبعاً ’’صلاۃ‘‘ بالاتفاق جائز ہے۔

شارح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

و ھھنا نکتتان شریفتان الأولی: لا یجوز التّصلیۃ و التّسلیم علی غیر الأنبیاء استقلالاً عند المحقّقین من أھل السّنّۃ و الجماعۃ خلافاً للرّوافض، فإنھم یصلّون و یسلّمون علی أھل البیت .... ثانیاً: إن ھذا فی عُرف السّلف من شعار الأنبیاء فلزم التّخصیص بھم کما لا یجوز أن یقال فی النّبیّ ﷺ: عزّ و جلّ، و إن کان عزیزاً جلیلاً (٤١)

یعنی، اور یہاں دو شریف نکتے ہیں پہلا یہ کہ محققین اہلسنّت و جماعت کے نزدیک غیر انبیاء پر استقلالاً ’’صلاۃ و سلام‘‘ جائز نہیں برخلاف روافض کے، پس وہ اہلبیت کرام پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں، ...... دوسرا یہ کہ یہ اسلاف کے عُرف میں انبیاء علیہم السلام کا شعار ہے لہٰذا اس کی اُنہی کے ساتھ تخصیص لازم ہے جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ نبی ﷺ کے لئے ’’عزّ و جلّ‘‘ کہا جائے اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

اور امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

إن أصحابنا یمنعون من ذکر صلوات اللہ علیہ و علیہ الصلاۃ و السّلام إلا فی حقّ الرّسول (٤٢)

٤٠۔ شرح جوھر التّوحید رقم البیت: ٤، ص ٢٩، مطبوعۃ: مکتبۃ الغزالی، حماۃ

٤١۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص ١١، مطبوعۃ: فیضی کتاب خانہ، کوئٹۃ

٤٢۔ التفسیر الکبیر للرازی، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ١٠٣، ١٣٦/١٦/٦، مطبوعۃ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

یعنی، تحقیق ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) رسول اللہ ﷺ کے حق میں ’’صلوات اللہ علیہ‘‘ اور ’’علیہ الصلاۃ و السلام‘‘ کے ذکر کو چھوڑ کر دوسروں کے حق میں اِس کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔

حافظ الدّین ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (٤٣) اور علامہ شیخ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ (٤٤) لکھتے ہیں:

و لا یصلّی علی غیر الأنبیاء و الملائکۃ علیھم السّلام إلا بالتّبع۔

و اللفظ للنّسفی

یعنی، انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر ’’صلاۃ‘‘ نہ بھیجی جائے مگر تبعاً۔

اِس کے تحت علامہ فخر الدین بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (٤٥) اور علامہ محمد بن حسین طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ (٤٦) لکھتے ہیں:

لأن فی الصّلاۃ من التّعظیم ما لیس فی غیرھا من الدّعوات و ھی لزیادۃ الرحمۃ و القُرب من اللّٰہ تعالیٰ و لا یلیق ذلک بمن یتصوّر منہ الخطایا و الذّنوب، و إنما یدعی لہ بالمغفرۃ و التّجاوز إلا تبعاً بأن یقول: اللّٰھم صلّ علی محمدٍ و آلہ و صحبہ و نحوہ، لأن فیہ تعظیم النّبیّ ﷺ

یعنی، کیونکہ ’’صلاۃ‘‘ میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دعاؤں میں نہیں اور یہ

٤٣۔ کنز الدقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص ١٤٦، مطبوعۃ: المکتبۃ العصریۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٥ھـ ٢٠٠٥م

٤٤۔ تنویر الأبصار مع شرحہ للحصکفی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص ٧٥٩، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٣ھـ ٢٠٠٢م

٤٥۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ٣٦١/٩، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٨ھـ ١٩٩٧م

٤٦۔ تکملہ البحر الرائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ٥١٨/١٠، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤٢٠ھـ ٢٠٠٠م

Ishaate Islam

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں اور ایسوں کے لئے صرف مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی مگر یہ کہ ''صلاۃ'' کے ساتھ دعا تبعاً ہو (تو جائز ہے) یا بایں طور کہا جائے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اور اِس کی مثل، کیونکہ اِس میں نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ(۴۷) اور علامہ عبد الحکیم افغانی متوفی ۱۳۲۶ھ(۴۸) ''کنز'' کی اِس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

كما يقال: اللّهم صلّ على محمدٍ و آله و ذلك لأن الصّلاة من التّعظيم ما ليس في غيرها من الدّعوات و هي لزيادة الرّحمة و القُرب من اللّه تعالى، و لا يليق ذلك لمن يتصوّر منه الخطايا و الذّنوب، و إنما يدعى له بالعفو و المغفرة و التّجاوز

یعنی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ اور وہ اس لئے کہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دُعاؤں میں نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دُعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں، ایسوں کے لئے صرف عفو، مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی۔

''کنز'' کی اِسی عبارت کے تحت علامہ سید محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

هذا جواب الاستحسان، و القياس يقتضي جوازه على كلّ مؤمن الخ(۴۹)

۴۷۔ رمز الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۲۸۴، مطبوعة: مكتبة نورية رضوية، سكهر

۴۸۔ كشف الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۳۳۸، ۳۳۹، مطبوعة: إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي

۴۹۔ فتح المعين، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۵۶۲، مطبوعة: مكتبة العجائب لزحر العلوم، كوئتة

یعنی، صاحبِ کنز کا یہ قول (کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر ''صلاۃ'' نہ کہی جائے مگر تبعاً) جوابِ استحسان ہے اور قیاس ہر مومن پر ''صلاۃ'' کے جواز کا تقاضا کرتا ہے۔

علامہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر فارابی اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

ثم ينبغي لك أن تعرف أن الصّلوات على غير الرّسول جائزة، ألا يرى إلى قوله تعالى: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ (۵۰) إلا إنا لم نجوّز بطريق الإصالة لئلا يتوهّم الرّفض، و قد نهى النّبيّ عليه السّلام أن نقف مواقف التّهم، و ما كان بطريق الضّمن فبمعزلٍ عن ذلك (۵۱)

یعنی، پھر تجھے چاہئے کہ تو یہ پہچان لے کہ غیر رسول پر ''صلوات'' جائز ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُن کے فرشتے'' کو نہیں دیکھا، مگر ہم اِسے بطریق اِصالۃ جائز قرار نہیں دیتے تا کہ رفض کا وہم نہ کیا جائے حالانکہ نبی ﷺ نے ہمیں تہمت کی جگہوں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو تبعاً ہے وہ اِس ''نہی'' سے جُدا ہے۔

امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

والذي ذهب إليه المحقّقون و أميل إليه ما قاله مالك و سفيان رحمهما الله و روي عن ابن عباس، و اختاره غيرُ واحدٍ من الفقهاء و المتكلّمين أنه لا يصلّى على غير الأنبياء عند ذكرهم بل هو شيء يختصّ به الأنبياء توقيراً و تعزيراً كما يُخصّ اللّهُ تخصيص النّبيّ ﷺ و سائر الأنبياء بالصّلاة و التّسليم و لا يشارك فيه سواهم كما أمر الله بقوله ﴿صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا

۵۰۔ الأحزاب:۳۳/۴۳

۵۱۔ التبيين، القسم الثّاني التحقيق، ۱/۱۲۵، مطبوعة: وزارة الأوقاف، الكويت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰هـ ۱۹۹۹م

Ishaate Islam

تَسْلِيمًا﴾ (٥٢)

یعنی، جدھر محققین گئے اور جدھر میں (یعنی قاضی عیاض) مائل ہوا وہ وہ ہے جو امام مالک اور سفیان کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کو ایک نے نہیں بلکہ بہت فقہاء و متکلمین نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ غیر انبیاء کے ذکر کے وقت اُن پر درود نہ پڑھا جائے (یعنی اُن کے نام کے ساتھ ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ کہا جائے) بلکہ یہ وہ شے ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کے پیشِ نظر اُن کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے ذکر کے وقت تنزیہ، تقدیس، تعظیم (مثلاً ''عزّ وجلّ'' یا ''سبحانہ و تعالیٰ و تقدّس'' کہنا) اُس کے ساتھ مختص ہے اور اِس میں اُس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، اسی طرح ''صلاۃ سلام'' کو نبی ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ مختص کرنا واجب ہے اِس میں اُن کے سوا کسی اور کو (استقلالاً) شریک نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

''اُن پر درود اور خوب سلام ہو''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و استدلّ المانعون بأن لفظ الصّلاة صار شعاراً لعظم الأنبياء و توقيرهم فلا تقال لغيرهم استقلالاً و إن صحّ، كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عليه الصّلاة و السّلام عزيزًا جليلاً لأن هذا الثّناء شعاراً لِلّٰه تعالىٰ فلا يشارك فيه غيره (٥٣)

٥٢۔ الأحزاب:٥٦/٣٣

الشفاء بتعريف حقوق سيّدنا المصطفى ﷺ، القسم الثانى، الباب الرابع، فصل فى الاختلاف فى الصّلاة على غير النّبىّ ﷺ الخ، ص٢٨٦، مطبوعة دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

٥٣۔ تفسير روح المعانى، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٣٥٦/٢٢

یعنی، اور (غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' سے) منع کرنے والوں نے استدلال کیا کہ ''صلاۃ'' کا لفظ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و توقیر کے لئے شعار ہو گیا پس اُن کے غیر کے لئے استقلالاً ''صلاۃ'' نہ کہی جائے اگرچہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جائے گا اگرچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے شعار ہو گئی پس اِس میں اُس کا غیر شریک نہیں ہوگا۔

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

إن الصّلاة و إن كانت الدّعا بالرّحمة و هو جائز لكلّ مسلم لكن صارت مخصوصةً فى لسان السّلف بالأنبياء و الملائكة كما أن لفظ "عزّ وجلّ" مخصوص باللّٰه تعالىٰ كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عزيزاً جليلاً، و لا يقال: أبو بكر أو عليٌّ صلى اللّٰه عليه وسلّم و إن كان معناه صحيحاً (٥٤) كذا فى حاشية ابن التمجيد على تفسير البيضاوى (٥٥)

یعنی، تحقیق ''صلاۃ'' اگرچہ دعا بالرّحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں ''صلاۃ'' انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ''عزّ وجلّ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اِسی طرح ابو بکر یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

٥٤۔ حلبى كبير، ص٣، مطبوعة سهيل اكادمى، لاهور

٥٥۔ حاشية ابن التمجيد، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٤١٦/١٥، مطبوعة دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ٢٠٠١م

Ishaate Islam

اور امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی(٥٦) اور علامہ محمد امین ہروی(٥٧) لکھتے ہیں:

قال بعضهم: الخلاف في الصّلاة على غير الأنبياء إنما هي في الاستقلال نحو "اللّهمّ صلّ على فلان" و أما هي تابعة نحو "اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذرّيته" فجائزة، و على الجواز فإنما يقصد بها الدعاء لأنها بمعنى التّعظيم خاصّة بالأنبياء عليهم السّلام كخصوص عزّ و جلّ بالله تعالىٰ، فلا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان ﷺ عزيزاً جليلاً

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ غیر انبیاء پر ’’صلاۃ‘‘ میں اختلاف صرف انفراداً صلاۃ بھیجنے میں ہے جیسے کہا جائے ’’اللهم صلّ على فلان‘‘ مگر تبعاً جیسے ’’اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذريته‘‘ کہنا جائز ہے اور (تبعاً) جواز (کی صورت) میں صلاۃ سے صرف دُعا کا قصد کیا جائے گا کیونکہ ’عز وجل‘‘ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی طرح ’’صلاۃ‘‘ بمعنی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، پس نہیں کہا جائے گا محمد عز وجل، اگر چہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

محقق فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد شیخی زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

و لما كان الدّعاء بلفظ الصّلاة مختصّاً بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام تعظيماً لهم لم يدع به لغيرهم إلا على سبيل التّبع لهم(٥٨)

یعنی، جب لفظِ صلاۃ کے ساتھ دعا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم کی

٥٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٥٧۔ شرح مسلم للهروی، كتاب الصّلاة، باب بيان كيفية الصّلاة الخ، ٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

٥٨۔ مجمع الأنهر، خطبة الكتاب، ١٢/١، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

Ishaate Islam

وجہ سے اُن کے ساتھ مختص ہے تو یہ دعا اُن کے غیر کے لئے نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ غیر کے لئے اُن کے تابع ہونے کے طور پر ہو۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی متوفی ۱۱۵۲ھ لکھتے ہیں:

هل يجوز الصّلاة و السّلام على غير الأنبياء، و الصّحيح أنه يجوز تبعاً و يكره استقلالاً كما يكره أن يقال: محمد عزّ و جلّ مع كونه عزيزاً جليلاً لاختصاصه بالأنبياء عُرفاً كاختصاص ذلك بالله تعالىٰ (٥٩)

یعنی، کیا غیر انبیاء پر ’’صلاۃ اور سلام‘‘ جائز ہیں، صحیح یہ ہے کہ تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ جیسا کہ یہ مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عز وجل اِس کے باوجود کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اُس (یعنی صلاۃ وسلام) کے عرفاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ اور سلام مکروہ ہے) جیسے کہ اس کے (یعنی عزّ و جل) کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (کسی کے لئے عز وجل مکروہ ہے)۔

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

أما الصّلاة على غير الأنبياء فإن كان على سبيل التّبعية فهذا جائز بالاجماع، إنما وقع النّزاع فيما إذا أفرد غير الأنبياء بالصّلاة عليهم...... و قال الجمهور من العلماء لا يجوز إفراداً لغير الأنبياء لأن هذا قد صار شعار الأنبياء إذا ذكروا فلا يلحق غيرهم بهم، فلا يقال: أبو بكر ﷺ أو عليّ ﷺ و إن كان المعنى صحيحاً كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن عزيزًا جليلاً لأن هذا من

٥٩۔ تفسير المظهری، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٣٨٠/٧، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

شعار ذكر الله تعالىٰ الخ (٦٠)

یعنی، مگر غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تو اگر وہ بطریق تبعیت کے ہے تو یہ بالاجماع جائز ہے، نزاع صرف اُس صورت میں واقع ہوا جب انفراداً غیر انبیاء پر صلاۃ کہی جائے ......اور جمہور علماء نے فرمایا انفراداً غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء کے لئے (انفراداً) صلاۃ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا شعار ہو گیا جب اُن کا ذکر کیا جائے تو اُن کے ساتھ اُن کے غیر کو لاحق نہ کیا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں جیسا کہ نہیں کہا جائے گا حضرت محمد عزّ وجلّ اگر چہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے شعار ہے۔

علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم الصّلاة على غير الأنبياء بغير تبع قيل: تجوز، و الأصحّ لا تجوز (٦١)

یعنی، پھر ''صلاۃ'' غیر انبیاء پر جب کہ مبعاً نہ ہو کہا گیا کہ جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

مُجوّزین کے مُستدلّات کا جواب

انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ وسلام کو جائز قرار دینے والے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور علماء کرام نے اُن کا جواب دیا ہے چنانچہ مُجوّزین کے جملہ مُستدلّات کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں:

و أجابوا عما مرّ بأنه صدر من اللّٰه تعالىٰ و رسوله عليه الصّلاة و السلام، و لهما أن يخصّا من شائا و بما شائا و ليس ذلك

٦٠۔ الحديقة النّدية ١/٩، مطبوعة: مكتبه فاروقية، بشاور

٦١۔ بريقة محمودية ١/٩، مطبوعة: دار الاشاعة العربية، كوئتة

لغيرهما إلا بإذنهما و لم يثبت عنهما إذن في ذلك، و من ثَمّ قال أبو اليمن بن عساكر له ﷺ أن يصلّي على غيره مطلقاً لأنه حقّه و منصبه فله التّصرّف فيه كيف شاء بخلاف أمته إذ ليس لهم أن يؤثروا غيره بما هو له (٦٢)

یعنی، (مخالفین کے) جو دلائل گزرے اُس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا کہ وہ (یعنی غیر انبیاء پر بالاستقلال ''صلاۃ'' بھیجنا) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصّلاۃ والسّلام سے صادر ہوا ہے اور انہیں حق ہے کہ جسے چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص فرمائیں اور یہ حق اُن کے غیر کے لئے اُن کے اِذن کے سوا نہیں اور اُن سے اِس بارے میں اذن ثابت نہیں ہے، اِسی وجہ سے ابو الیمن ابن عساکر نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو یہ حق ہے کہ آپ اپنے غیر پر مطلقاً ''صلاۃ'' بھیجیں کیونکہ یہ آپ کا حق اور آپ کا منصب ہے پس آپ کو اپنے حق میں جس طرح چاہیں تصرّف کا اختیار ہے برخلاف آپ کی اُمت کے کہ انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جو چیز آپ ﷺ کے لئے ہے اُس میں آپ پر آپ کے غیر کو ترجیح دیں۔

اور ''صحیح بخاری'' کی حدیث کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ فُلَانٍ فرماتے، پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِيْ أَوْفٰى (٦٣)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حدیث مذکور سے اُن لوگوں نے استدلال کیا جو غیر انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام پر بالاستقلال ''صلاۃ'' کو

٦٢۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٦

٦٣۔ صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصّدقة برقم:١٤٩٧

أيضاً صحيح مسلم، كتاب الزّكاة، باب الدّعاء لمن أتى بصدقته، برقم:٢٤٥٩/١٧٦ (١٠٧٨)، ص ٤٨٢

Ishaate Islam

جائز کہتے ہیں اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے:

و الجواب عن هذا حقّه عليه الصّلاة و السّلام له أن يعطيه لمن يشاء و ليس غيره ذلك (٦٤)

یعنی، حدیث مذکور سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ صلاۃ حضور ﷺ کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں:

قال أبو عمر: تهذيب هذه الآثار و حملها على غير التّضاد و التّدافع هو أن يقال: أما النّبيّ ﷺ فجائز أن يصلّي على مَن شاء، لأنه قد أمر أن يصلي على كلّ من يأخذ صدقته، و إما غيره فلا ينبغي له إلا أن يخصّ النّبيّ عليه السّلام بالصّلاة عليه كما قال ابن عباس فجائز أن يحتجّ في ذلك بعموم قوله تعالى: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (٦٥)

یعنی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ ان آثار کی تہذیب اور ان کو غیر تضاد و تدافع پر محمول کرنا یہ ہے کہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کے لئے جائز ہے کہ آپ جس پر چاہیں ’’صلاۃ‘‘ بھیجیں، اور آپ ﷺ کے غیر لئے مناسب نہیں مگر یہ کہ وہ نبی علیہ الصّلاۃ و السّلام کو ’’صلاۃ‘‘ کے ساتھ خاص کرے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پس جائز ہے کہ اِس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ’’رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے‘‘ کے عموم سے دلیل پکڑی جائے۔

٦٤۔ عمدة القاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصدقة برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

٦٥۔ النور: ٦٣/٢٤، الإستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السّفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی لکھتے ہیں کہ

و أجاب الأولون بأن الصّلاة من الله و رسوله ﷺ هي بمعنى الدّعاء و الرّحمة و هي منّا بمعنى التّعظيم، فتجوز من الله و رسوله و لا يجوز منّا أن نعظم غير الأنبياء بما عظم به الأنبياء عليه الصّلاة و السّلام (٦٦)

یعنی، جواز کا استدلال کرنے والوں کو مقالۂ اُولیٰ والوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے ’’صلاۃ‘‘ دعا اور رحمت کے معنی میں ہے پس اللہ و رسول کی طرف سے جائز ہے اور یہی ’’صلاۃ‘‘ ہماری طرف سے تعظیم کے معنی میں ہے اور ہماری جانب سے یہ جائز نہیں کہ ہم اُس کے ساتھ غیر انبیاء کی تعظیم کریں کہ جس کے ساتھ انبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام کی تعظیم کی گئی ہے۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی متوفی ٦٥٦ھ (٦٧) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (٦٨) لکھتے ہیں کہ دوسرے فریق نے (کہ غیر انبیاء پر استقلالاً ’’صلاۃ‘‘ کے عدم جواز کا قائل ہے اُن کے مُستدلات کا) ردّ کرتے ہوئے کہا کہ

بأن هذا صلو من اللّه و رسوله، و لهما أن يقولا ما أراد بخلاف غيرهما الذي هو محكوم عليه

یعنی، یہ (جو قرآن و حدیث میں غیر انبیاء پر ’’صلاۃ‘‘ مذکور ہے وہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے صادر ہوتی ہے اُن کے لئے جائز ہے کہ وہ جو ارادہ فرمائیں کہیں برخلاف اُن کے غیر کے جو محکوم علیہ ہے۔

٦٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٦٧۔ المفهم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٢٠، ٤٢/٢

٦٨۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة على النّبيّ ﷺ الخ، برقم:٨٠١۔ ٨٠ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

Ishaate Islam

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

و حجّته عليهم في هذا أن ما كان من الله تعالیٰ و النّبيّ ﷺ في هذا فبخلاف ما كان من غيرهما، و لأنه منهما مجرى الدّعاء و الرّحمة و المواهبة، و ليس فيهما معنى التّعظيم و التّوقير الذي يكون منّا، و إذا كان من غيرهما جاء التّسوية منه بينهم و بين النّبيّ ﷺ (٦٩)

یعنی، اُن (مطلقاً جواز کے قائلین اور قرآن وحدیث سے اِس پر دلائل لانے والوں) کے خلاف اِس میں حُجت یہ ہے کہ تحقیق جو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے (غیر انبیاء علیہم پر ’’صلاۃ‘‘ وارد) ہے پس وہ اُس کے برخلاف ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے ’’صلاۃ‘‘ دُعاء، رحمت اور مواجہہ کے مقام میں ہے اور اُن دونوں کی طرف سے ’’صلاۃ‘‘ میں اس تعظیم و توقیر کا معنی نہیں ہے جو ہماری طرف سے (صلاۃ میں) ہے، ’’صلاۃ‘‘ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہوگی تو اس (غیر) کی طرف سے غیر انبیاء اور نبی ﷺ کے مابین برابری ہوگی۔

حکم

انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ و السّلام کے غیر کے لئے ’’صلاۃ و سلام‘‘ کے بالاستقلال استعمال کے حکم میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی لکھتے ہیں:

و أما الصّلاة استقلالاً فقيل بمنعها، و قيل بكراهتها، و قيل بأنها خلاف الأولى (٧٠)

٦٩۔ إكمال المعلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ بعد التشهد برقم:٧٠ (٤٠٨)، ٢/٣٠٥

٧٠۔ شرح جوهر التّوحيد رقم البيت:٤، ص٢٩، مطبوعة: مكتبة الغزالي، حماة

یعنی، بگر ’’صلاۃ‘‘ استقلالاً تو اُس کے منع کا کہا گیا اور اُس کی کراہت کا کہا گیا اور کہا گیا کہ یہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم اختلف المانعون هل هو من باب التّحريم أو كراهة التّنزيه أو خلاف الأولیٰ حكاه النّووي في "الأذكار" (٧١)

یعنی، پھر منع کرنے والوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ بابِ تحریم سے ہے یا کراہت تنزیہ یا خلافِ اَولیٰ۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اختلف هل تكره تحريماً أو تنزيهاً أو خلاف الأولیٰ؟ (٧٢)

یعنی، اور اختلاف کیا گیا کہ کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اَولیٰ۔

بعض نے لکھا کہ جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابو سعید خادمی حنفی نے لکھا کہ ’’اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے‘‘۔(٧٣) اور علامہ قوام الدین فارابی حنفی نے لکھا کہ ’’ہم اصالۃً اِسے جائز قرار نہیں دیتے‘‘۔(٧٤)

اور علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا:

و مذهب الشّافعية: أنه خلاف الأولى (٧٥)

یعنی، شافعیہ کا مذہب ہے کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و يكره أن يصلي على غير النّبيّ صلى الله عليه و آله أصحابه

٧١۔ الحديقة النّديّة شرح الطريقة المحمّدية ١/٩

٧٢۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ١٠/٥١٨

٧٣۔ بريقة محمودية في شرح طريقة محمديّة، ١/٩

٧٤۔ التبيين، ١/١٢٥

٧٥۔ تفسير روح المعاني، ٢١-٢٢/٣٥٥

Ishaate Islam

وحدہ فیقول اللھم صلّ علی فلان و لو جمع فی الصلاۃ بین النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ أصحابہ و بین غیرہ فیقول اللّٰھم صل علی محمدٍ و علی آلہ و أصحابہ جاز کذا فی فتاویٰ قاضیخان (۷٦)

یعنی، مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر انفراداً ”صلاۃ“ بھیجی جائے، پس کہا جائے ”اللھم صلّ علی فلان“ اور اگر صلاۃ میں نبی ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب کے مابین جمع کرے تو جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔

اور اکثر نے لکھا کہ مکروہ ہے جیسا کہ علامہ مصلح الدین رومی حنفی نے ”حاشیہ ابن التجید“ میں، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے ”تفسیر مظہری“ میں اور قاضی بیضاوی نے ”تفسیر بیضاوی“ میں لکھا ہے جیسے اُن کی عبارات کے ضمن میں گزرا۔ اور شیخ ابراہیم باجوری شافعی نے لکھا کہ اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔(۷۷)

اور بعض نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی نہ کہ تنزیہی کو، وہ اِس طرح کہ احناف میں سے بعض نے لکھا کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر استقلالاً ”صلاۃ“ کہنے والا گنہگار ہوگا، چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: ”تنویر الابصار“ کی عبارت میں کراہت تحریمی، تنزیہی اور خلافِ اَولیٰ ہونے کا احتمال ہے:

لکن ذکر البیری من الحنفیۃ: مَن صلی غیرھم أثم و کرہ، وھو الصّحیح (۷۸)

یعنی، لیکن حنفیہ میں سے علامہ بیری نے ذکر کیا کہ جس نے اُن کے غیر پر ”صلاۃ“ کہی تو وہ گنہگار ہوا اور مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام نووی نے

۷٦۔ الفتاویٰ الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرّابع، ۵/۳۱۵

۷۷۔ شرح جوھر التوحید رقم البیت:٤، ص۲۹

۷۸۔ روح المعانی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۲۱۔۲۲/۳۵۵

کراہت تنزیہی کو صحیح قرار دیا:

لکن فی خطبۃ "شرح الأشباہ" للبیری: من صلّی علی غیرھم أثم و کرہ، و ھو الصّحیح (۷۹)

یعنی، لیکن ”شرح الاشباہ“ للبیری کے خطبہ میں ہے کہ جس نے اُن (یعنی انبیاء و ملائکہ) کے غیر پر ”صلاۃ“ کہی وہ گنہگار ہوا اور (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور گنہگار ہونا کراہت تحریمی میں لازم آتا ہے نہ کہ تنزیہی میں لہٰذا علامہ بیری نے اُسے مکروہ تحریمی قرار دے کر مرتکب کے گنہگار ہونے کا قول کیا۔

اسی طرح فقہاءِ کرام کی عبارات جن میں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے بعض نے لکھا اہل بدعت کا شعار ہے اور اُن کے شعار سے مشابہت ممنوع اور اجتناب واجب ہے، اگرچہ مشابہت کو قیود کے ساتھ مقید کر کے ترک کو واجب قرار دیا مگر اُن کا ترک کو واجب کہنا ارتکاب کے مکروہ تحریمی ہونے کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور اکثر نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے چنانچہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و اختلفوا فی الکراھیۃ ھل ھی تحریمیۃ أو تنزیھیۃ و الصّحیح الثّانی (۸۰)

یعنی، اور کراہیت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور صحیح ہے کہ دوسری (یعنی تنزیہی) ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم قال: و الصحیح الذی علیہ الأکثرون أنہ مکروہ کراھۃ تنزیہ (۸۱)

۷۹۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۱۰/۵۱۸

۸۰۔ حاشیۃ الشّھاب علی تفسیر البیضاوی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۷/۵۱۰، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م

۸۱۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیّۃ ۱/۹

Ishaate Islam

یعنی، پھر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح وہ کہ جس پر اکثر علماء ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی کے ساتھ مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صحّح النّووی فی "الأذکار" الثانی (۸۲)

یعنی، اور امام نووی نے ''الأذکار'' میں دوسری (یعنی تنزیہی) کو صحیح قرار دیا۔

انبیاء و ملائکہ کے غیر پر ''سلام''

وہ سلام جو زندوں اور مُردوں سب کو عام ہے جس سے زندوں سے ملاقات کے وقت تحیۃ کا ارادہ کیا جاتا ہے اور اُن سے جواب کی توقع رکھی جاتی ہے چاہے وہ زندہ سامنے ہو یا نہ ہو اور اُس کو پیغام یا خط کے ذریعہ لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارتِ قبور کے وقت قبر والے کو بطور تحیۃ سلام کہا جاتا ہے، سلام کی اِس قسم کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ سلام ہمارا موضوع بحث نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوی بغدادی لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه: السّلام الذی يعمّ الحیّ والميّت هو الذی يقصد به التحيّة كالسّلام عند تلاقٍ، أو زيارة قبرٍ وهو مُستدع للردّ فی الغائب (۸۳)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے تو اُس کا خلاصہ مع اِضافہ کے لکھتا ہوں کہ سلام دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سلام تحیۃ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے زندہ کو پیش کرے یا قبر والے کو، اگر زندہ کو پیش کرتے تو اُس کا جواب واجب ہے۔

اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے (یعنی ایک کا جواب سب کو کافی ہوگا) اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا یا کسی کے ذریعے سلام بھیجا یا خط میں سلام لکھا تو اُس پر سلام واجب ہے جس کو سلام کیا یا کہلایا ہے یا لکھا ہے، تو اِس (سلام) کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف

۸۲۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۸۳۔ روح المعانی، سورۃ الأحزاب الآیۃ:۵۶، ۳۵۷/۲۲،۲۱

نہیں۔ چنانچہ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

أما السّلام للتحيّة للأحياء فلا كلام فيه (۸۴)

یعنی، مگر جو سلام زندوں کی تحیۃ کے لئے تو اُس (کے جواز) میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اور امام یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (۸۵) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ (۸۶) لکھتے ہیں:

وأما الحاضر يخاطب به، فيقال: سلام عليك، أوسلام عليكم، أوالسّلام عليك، أوعليكم، هذامجمع عليه

یعنی، مگر حاضر تو اُسے سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا سلام علیک، یا سلام علیکم یا السلام علیک یا علیکم اور یہ مجمع علیہ ہے۔

سلام کی دوسری قسم وہ سلام ہے جو تعظیم و تکریم کے طور پر کیا جاتا ہے یا اُس سے دُعا کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندے پر نازل فرمائے۔ یہی وہ سلام ہے جو ہمارا موضوع بحث ہے اور جس کے بالاستقلال غیر نبی و ملک کے لئے کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلام کی یہ دوسری قسم ''صلاۃ'' کے معنی میں ہے یا اُن میں فرق ہے اگر ''صلاۃ'' کی مانند ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو ''صلاۃ'' کا ہے اور جو تفصیل ''صلاۃ'' کے لئے مذکور ہوئی وہی سلام کے لئے بھی ہے، جو حکم ''صلاۃ'' کا بیان ہوا وہی ''سلام'' کا بھی ہوگا اور پھر ''سلام'' پر الگ سے تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سلام اور صلاۃ میں مناسبت

چنانچہ سلام کی اِس دوسری قسم کے بارے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ یہ ''سلام'' صلاۃ

۸۴۔ حاشیۃ القونوی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:۵۶، ۱۵/۴۱۷، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱م

۸۵۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء ص ۱۵۴

۸۶۔ المواھب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثّانی ۵۲۶/۲

کی مانند ہے، جیسا کہ امام ابو ذکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی(۸۷) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی(۸۸) لکھتے ہیں:

وقال أبومحمد الجوينی من أصحابنا: السّلام بمعنی الصّلاة

یعنی ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے امام ابومحمد جوینی نے فرمایا کہ ’’سلام‘‘ صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّا السلام فنقل اللقانی فی ”شرح جوهرة التّوحيد“ عن الإمام الجوينی: أنه فی معنی الصّلاة (۸۹)

یعنی، مگر سلام تو اللقانی نے ’’شرح جوہرۃ التوحید‘‘ میں امام جوینی سے نقل کیا کہ ’’سلام‘‘ صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اگر ’’سلام‘‘ صلاۃ کے معنی میں ہے تو سلام سے منع کی علت بھی وہی ہوگی جو ’’صلاۃ‘‘ سے منع کی ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ

و الظاهر: أن علّة منع السّلام ما قاله النّووی فی علّة منع الصلاة (۹۰)

یعنی، اور ظاہر ہے کہ تحقیق (بالاستقلال غیر نبی و فرشتہ کے لئے) ’’سلام‘‘ کہنے سے روکنے کی علت وہی ہے جو امام نووی نے ’’صلاۃ‘‘ سے روکنے کی علت میں فرمایا۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ ’’تفسیر بیضاوی‘‘ پر اپنے حواشی میں(۹۱) اور ’’شفا شریف‘‘ کی شرح(۹۲) میں اور علامہ ابوسعید خادمی حنفی نے علامہ

۸۷۔ كتاب الأذكار كتاب الصّلاة علی رسول الله ﷺ باب الصّلاة علی غير الأنبياء الخ ص ۱۵٤

۸۸۔ المواهب اللّدنية، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ۲/۵۲٦

۸۹۔ ردّ المحتار علی الدّرّالمختار، كتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۰۔ رد المحتار، كتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۱۔ حاشية الشّهاب علی تفسير بيضاوی، سورة الأحزاب الآية ۵٦، ۵۱۰/۷

۹۲۔ نسيم الرياض، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ ۹٦، مطبوعة: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولیٰ ۱٤۲۱ھ۔۲۰۰۱

برکلی کی کتاب ’’طریقہ محمدیہ‘‘ کی شرح(۹۳) میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور ابن القیم نے ’’جلاء الأفہام‘‘ میں ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے، اگرچہ دورِ حاضر کے چند علماء نے اس بناپر فرق کیا ہے لیکن اکثر علماءِ محدّثین وفقہاء ’’سلام‘‘ کی دوسری قسم اور ’’صلاۃ‘‘ میں فرق کے قائل نہیں ہیں اورانہوں نے امام جوینی کے قول کو ہی لیا ہے اور ہم بھی اسے ہی لیں گے جو اکثریت نے کہا اور اُن میں بڑے بڑے محدّثین اور فقہاء کرام شامل ہیں جیسے امام نووی، قسطلانی، نابلسی، خادمی، حلبی، خفاجی، ہروی، وشتانی، آلوسی اور شامی وغیرہم۔

لہٰذا اِس ’’سلام‘‘ کا بھی وہی حکم ہوگا جو کہ ’’صلاۃ‘‘ کا ہے چنانچہ امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی(۹٤) اور امام قسطلانی شافعی(۹۵) اور علامہ شامی حنفی امام جوینی(۹٦) سے نقل کرتے ہیں کہ:

فلا يستعمل فی الغائب ولايفرد به غير الأنبياء فلا يقال: علیّ عليه السّلام، وسواء فی هذا الأحياء والأموات

یعنی، پس غائب میں اِس کا استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انفراداً غیر انبیاء کے لئے کہا جائے گا، لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام اور اِس حکم میں زندہ اور اموات برابر ہیں۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ولايفرد به غير الأنبياء فلا يقال: علیّ عليه السّلام والأحياء والأموات فيه سواء، غير أن الحاضر يخاطب به فيقال: عليك السّلام (۹۷)

۹۳۔ بريقة محمودية شرح طريقة محمّدية ۹/۱، مطبعة دارالاشاعت العربية

۹٤۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة علی رسول الله ﷺ باب الصّلاة علی غير الأنبياء الخ ص ۱۵٤

۹۵۔ المواهب اللّدنية المقصد السّابع الفصل الثّانی، ۲/۵۲٦

۹٦ ردّالمحتار علی الدّرّالمختار، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۷۔ الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة ۹/۱

Ishaate Islam

یعنی، انفراداً غیر انبیاء پر سلام نہیں کہا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا حضرت علی علیہ السّلام، زندہ اور قبروں والے اِس میں برابر ہیں سوائے حاضر کے کہ اُسے اِس کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا علیک السلام۔

اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم السّلام کا لصّلاۃ لا یفرد بہ غیر الأنبیاء (۹۸)

یعنی، پھر ''سلام'' مثل ''صلاۃ'' کے ہے، انفراداً غیر انبیاء کے لئے نہیں کہا جائے گا۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و کذلک "علیہ السلام" لم یعھد فی لسان الشّرع إلا تبعاً فلا یقال: فلان علیہ السّلام فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع (۹۹)

یعنی، اسی طرح ''علیہ السلام'' بے لسانِ شرع میں معہود نہیں ہے مگر تبعاً پس نہیں کہا جائے گا فلاں علیہ السلام، لہٰذا اِس کی اتباع واجب ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی لکھتے ہیں:

وقد قیل: إن السّلام مثل الصّلاۃ مخصوصٌ بالانبیاء أیضاً فلا یقال فی غیرھم: علیہ السّلام کما صرّح بہ الفقھاء (۱۰۰)

یعنی، اور کہا گیا ہے کہ تحقیق ''سلام'' بھی مثل ''صلاۃ'' کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے پس انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لئے ''علیہ السلام'' نہیں کہا جائے جیسا کہ فقہاء کرام نے اِس کی تصریح کی ہے۔

۹۸۔ بریقۃ محمودیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ ۹/۱

۹۹۔ حلبی کبیر، ص ۳، مطبوعۃ: سھیل اکادمی، لاھور

۱۰۰۔ نسیم الریاض، القسم الثانی، فیما یجب علی الأنام، الباب الرابع فی حکم الصّلاۃ علیہ والتسلیم، فصل فی الأختلاف الخ ۹٦/۵

اور علامہ شہاب نے علامہ بیضاوی کے قول کہ ''غیر نبی پر تبعاً صلاۃ جائز ہے'' کے تحت لکھا کہ:

و کذالک السّلام ایضاً فی غیر السّلام تحیۃ الأحیاء (۱۰۱)

یعنی، اِسی طرح اُس سلام میں بھی جو سلام تحیۃ الاحیاء کا غیر ہے (یہی حکم ہے)۔

اور امام محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی (۱۰۲) اور اُن سے علامہ محمد امین بن عبد اللہ ہروی شافعی (۱۰۳) لکھتے ہیں:

و قال أبو محمد الجوینی: و کذلک السّلام ھو خاص بہ ﷺ فلا یقال أبو بکر علیہ السّلام

یعنی، اور ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ اور اِسی طرح سلام نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر علیہ السلام۔

اور علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حقّق بعضھم فقال ماحاصلہ مع زیادۃ علیہ: وأمّا السّلام الذی یقصد بہ الدّعاء منّا بالتّسلیم من اللہ تعالیٰ علی المدعوّ لہ سواء کان بلفظ غیبۃ أو حضور، فھذا ھو الذی اختصّ بہ ﷺ عن الأمۃ فلا یسلّم علی غیرہ إلا تبعاً کما أشار الیہ التّقی السّبکی فی "شفا الغرام" وحینئذ فقد أشبہ قولنا "علیہ السّلام" قولنا "علیہ الصّلاۃ" من حیث أن المراد علیہ السّلام من اللہ فقیہ إشعار بالتّعظیم الذی ھو فی الصّلاۃ من حیث الطّلب لأن یکون

۱۰۱۔ حاشیہ الشھاب، سورۃ الأحزاب الآیۃ ٥٦، ۵۱۰/۷

۱۰۲۔ (إکمال إکمال المعلّم، کتاب الصّلاۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ بعد التّشھد، برقم: ٦۵۔ (۴۰۵)، ۲۸۸/۲

۱۰۳۔ شرح صحیح مسلم للھروی، کتاب الصلاۃ، باب بیان کیفیۃ الصلاۃ الخ، برقم: ۸۰۱۔ (۳٦۷) (۲۹)، ۱۳۸/۷

Ishaate Islam

المسلِّم علیه الله تعالیٰ کما فی الصّلاة، وهذا النّوع من السّلام هو الذی ادعی الحلیمی کون الصّلاة بمعناه (١٠٤)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے کہ تو اُس تحقیق کا خلاصہ مع اضافہ کے لکھتا ہوں دوسرا اسلام یہ ہے کہ سلام سے دعا کا قصد کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندہ پر نازل فرمائے کہ جس کے لئے دعا کی گئی (جیسے سلام الله علیه یا اللهم سلّم علیه) چاہے اُس کے لئے غائب کا لفظ استعمال کرے یا حاضر کا، پس یہ سلام اُمت کی طرف سے آپ ﷺ (اور حضرت انبیاء و ملائکہ) کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا (اُمتی) اُن کے غیر پر یہ سلام نہ کہے مگر تبعاً (مثلاً کہے حضرت محمد اور آپ کی آل واصحاب پر سلام ہو) جیسا کہ علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب ''شفاء الغرام'' میں اِس کی صرف اشارہ کیا ہے تو اس وقت ہمارا ''علیہ السلام'' کہنا ہمارے ''علیہ الصلاۃ'' کہنے کے زیادہ مشابہ ہے اُس حیثیت سے کہ مراد ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو پس اِسی میں طلب کے اعتبار سے دینی تعظیم ہے جو ''علیہ الصلاۃ'' میں ہے کہ اُن پر سلام نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ صلاۃ میں، ''سلام'' کی یہی نوع ہے کہ جس کے بارے میں ''حلیمی'' نے ''صلاۃ'' کے اُس (یعنی سلام) کے معنی میں ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مجوّزین کو تنبیہ

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جو نام کے ساتھ سلام ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے اس سے مقصود صاحبِ اسم کی تعظیم ہے، عُرفِ اہلِ

١٠٤۔ روح المعانی سورة الأحزاب، الآیة ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٧، مطبوعة داراحیاء التراث العربی، بیروت الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ هـ۔ ١٩٩٩

اسلام نے اس سلام کو انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، لہٰذا غیر نبی و مَلَک کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' نہیں کہنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم (١٠٥)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ معنی کے اعتبار سے غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال درست ہونے کی بنا پر جو لوگ انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے اِس کا استعمال جائز سمجھتے ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ اہلبیت کرام کی طرح دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی اِس کا یکساں استعمال کریں، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے اور لکھا ہے کہ ''علیہ السلام'' تعظیم و تکریم کے باب سے ہے لہٰذا شیخین کریمین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اِس کے زیادہ حقدار ہیں۔

چنانچہ علامہ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقد غلب فی هذا عبارة کثیر من النّسّاخ للکتب أن یفرد علیّ رضی الله عنه بأن یقال: "علیه السّلام" من دون سائر الصّحابة، أو کرّم الله وجهه، وهذا وان کان معناه صحیحاً لکن ینبغی أن یسوّی بین الصّحابة فی ذٰلك، فإن هذا من باب التّعظیم والتّکریم فالشّیخان و أمیر المؤمنین عثمان أولیٰ بذلك منه رضی الله عنهم أجمعین (١٠٦)

یعنی، بعض ناقلینِ کُتُب کی نقل کردہ عبارات میں یہ اکثر پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کرام کے سوا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''کرّم اللہ وجہہ'' لکھا ہوتا ہے اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے پس یہ تعظیم، تکریم کے باب سے ہے۔ تو شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور امیر المؤمنین حضرت

١٠٥۔ فتاویٰ أمجدیه کتاب الحظر و الإباحة، ٤/٢٤٥

١٠٦ تفسیر القرآن لابن کثیر، سورة الأحزاب، الآیة ٥٦، فصل ٣/٦٨٥

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اِس اِطلاق کے زیادہ لائق ہیں۔

اور امام احمد بن محمد قسطلانی لکھتے ہیں:

قد جرت عادة لبعض النّسّاخ أن يفردوا عليًا وفاطمة رضي الله عنهما بالسّلام، فيقولوا: عليه أو عليهاالسلام من دون سائر الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التّعظيم والتكريم، والشّيخان أولىٰ بذلك منها، أشار إليه ابن كثير(١٠٧)

یعنی، بعض ناقلین کُتُب کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوا صرف حضرت علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ”علیہ یا علیہا السلام“ لکھتے ہیں، پس کہتے ہیں ”علیہ السلام، یا علیہا السلام اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے لیکن چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے، پس یہ اطلاق تعظیم و تکریم کے باب سے ہے اور اُن سے شیخین کریمین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) اِس اطلاق کے زیادہ لائق ہیں اِسی کی طرف ابن کثیر نے اشارہ کیا۔

یاد رہے کہ یہ اُن لوگوں کو تنبیہ ہے جو معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ”علیہ السلام“ کا اطلاق غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر تم جائز سمجھتے ہو تو اہلبیت کرام کے لئے ہی کیوں، دیگر صحابہ کرام کے لئے کیوں نہیں ورنہ جمہور علماء غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ”علیہ الصلاۃ والسلام“ یا ”علیہ السلام“ کا اطلاق درست قرار نہیں دیتے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔

سلام کا حکم

اور جمہور کے نزدیک ”سلام“ کا بھی وہی حکم ہے جو ”صلاۃ“ کا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کیونکہ جب علماء نے لکھا کہ ”سلام“ ”صلاۃ“ کی مثل ہے تو دونوں کے حکم میں مماثلت بھی ہوگی۔

١٠٧۔ المواهب اللدنية المقصد السّابع، الفصل الثّاني، في حكم الصّلاة عليه والتّسليم، ٥٢٦/٢ مطبعة دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٦م

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

لكن ذلك مكروه، أو خلاف أولىٰ، أو محرم (١٠٨)

یعنی، وہ مکروہ ہے یا خلافِ اَولیٰ یا حرام۔

اور قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں:

و يكره في غير الأنبياء لشخص معروف بحيث يصير شعار و لا سيما إذا ترك في حق مثله أو أفضل منه كما يفعله الرّافضة، كذا قال الحافظ ابن حجر(١٠٩)

یعنی، اِس کا اطلاق غیر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی معروف شخص کے لئے مکروہ ہے اِس طرح کہ وہ شعار ہو گیا (یعنی اس کا استعمال انبیاء و ملائکہ کے لئے ہوتا ہے) خصوصاً جب اِس اِطلاق کو اُن (حضرت علی رضی اللہ علیہ) کے مثل یا اُن سے افضل (یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے حق میں ترک کر دیا جائے جیسا کہ رافضہ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اسی طرح کہا ہے۔

جمہور کے نزدیک راجح یہی ہوگا کہ مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ ”صلاۃ“ کا یہی حکم ہے۔

علامہ سلیمان بن عمر شافعی لکھتے ہیں:

و يكرهان على غير الرُّسل و الملائكة إلّا تبعاً لأنه صار في العُرف شعاراً لذكر الرُّسل ﷺ، و لذلك كره أن يقال: محمد عزّ وجلّ و إن كان عزيزاً جليلاً اهـ كرخي (١١٠)

یعنی، ”صلاۃ“ اور ”سلام“ دونوں غیر رُسل و ملائکہ کے لئے کہنا مکروہ

١٠٨۔ شرح العلامة الزّرقاني على المواهب، المقصد السّابع ، الفصل الثّاني، ٢٣٤/٩، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م

١٠٩۔ تفسير المظهري، سورة التوبة، الآية:١٠٣، ٢٦٩/٤

١١٠۔ الفتوحات الإلهية سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢٠٣/٦، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٣م

Ishaate Islam

ہے مگر تبعاً (یعنی تبعاً مکروہ نہیں ہیں) کیونکہ یہ دونوں عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہوگئے، اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجل اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

علامہ محمد طاہر ابن عاشور لکھتے ہیں:

و لم يقصدوا بذلك تحريماً، و لكنه اصطلاح و تمييز لمراتب رجال الدّين، كما قصروا الرِّضَى على الأصحاب و أيمة الدّين، و قصروا كلمات الإجلال نحو: تبارك و تعالىٰ، و جلّ جلاله، على الخالق دون الأنبياء و الرّسل (١١١)

یعنی، انہوں نے اِس سے حرام ہونے کا قصد نہیں کیا مگر یہ ایک اصطلاح ہے اور رجالِ دین کے مراتب کو ممتاز کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ انہوں نے ”رضی اللہ عنہ“ کا صحابہ اور ائمہ دین کے لئے مقصود کر دیا، اور (یونہی) تعظیم کے کلمات جیسے ”تبارک وتعالیٰ“، ”جل جلالہ“ خالق تعالیٰ کے لئے مقصود کر دیئے نہ کہ انبیاء اور رسولوں کے لئے۔

لہٰذا انفراداً غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ”علیہ السلام“ کہنے کا وہی حکم ہوگا جو ”صلاۃ“ کا حکم ہے اور ”صلاۃ“ کے لئے فقہاء کرام نے لکھا تھا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اہل بدعت کا اختراع

صلاۃ یا سلام کا غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے استعمال اہل بدعت یعنی روافض کی اختراع ہے اور وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اپنے ائمہ کو نبی ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی نے نقل کیا کہ:

أيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً في الصّدر الأوّل كما قال أبو عمران، و إنما أحدثته الرّافضة و المتشيّعة في بعض الأئمّة

١١١۔ تفسير ابن عاشور، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٩٦، ٢١/٣٢٥

فشاركوهم عند الذّكرلهم بالصّلاة و ساوؤهم بالنّبيّ ﷺ في ذلك (١١٢)

یعنی، نیز یہ وہ امر ہے جو صدرِ اول میں معروف نہ تھا جیسا کہ ابو عمران نے فرمایا اور اِس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیّعہ نے بعض اَئمہ (اہلِ بیت) کے لئے کی ہے پس انہوں نے اُن کے ذکر کے وقت انہیں ”صلاۃ“ میں شریک کرلیا اور انہوں نے انہیں نبی ﷺ کے برابر کرلیا۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (١١٣) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (١١٤) لکھتے ہیں:

أن أهل البدع قد اتخدوا ذلك شعارًا في الدّعاء لأئمّتهم و أمرائهم، و لا يجوز التّشبّه بأهل البدع

یعنی، اہلِ بدعت نے اِسے اپنے ائمہ اور اُمراء کے لئے شعار بنالیا اور اہلِ بدعت سے مشابہت جائز نہیں ہے۔

اور علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون و يسلّمون على أهل البيت (١١٥)

یعنی، پس روافض اہلِ بیت پر (اِصالۃً) درود وسلام بھیجتے ہیں۔

اور امام فخر الدین رازی شافعی لکھتے ہیں:

و الشّيعة يذكرونه في عليّ و أولاده الخ (١١٦)

١١٢۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثّاني، الباب الرّابع في حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، فصل في اختلاف في الصّلاة على غير النّبيّ ﷺ الخ، ص٢٨٧

١١٣۔ المُفهم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٤٢/٢،٧٣٢٠

١١٤۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:١٠٨-(٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

١١٥۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص١١

١١٦۔ التفسير الكبير، سورة التوبة الآية:١٠٣، ١٣٦/١٦/٦

یعنی، اور شیعہ ''صلاۃ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے لئے ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بدعت کا شعار

بلکہ علماءِ کرام نے لکھا ہے کہ غیرِ نبی وفرشتہ کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا بدمذہبوں کا شعار ہے چنانچہ علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی اور علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں کہ

لأنه شعار أهل البدع (١١٧)

یعنی، کیونکہ وہ اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

أن ذلك شعار أهل البدع، و لأن ذلك مخصوص فی لسان السّلف بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام (١١٨)

یعنی، بے شک وہ یعنی غیرِ انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے، اور اس لئے کہ ''صلاۃ'' اور ''سلام'' اسلاف کے ہاں انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ خاص ہے۔

اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

لأن إفراد علیّ و فاطمة بذلك صار من شعار أهل البدع (١١٩)

یعنی، کیونکہ صرف حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ''علیہ السلام'' یا ''علیہا السلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

غیرِ نبی و مَلَک کے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کا استعمال جب تک اہلِ بدعت کا شعار نہ بنا تھا علماءِ اسلام نے اِس کی شدید مخالفت نہ کی تھی اور جب یہ شعار ہو گیا تو علماءِ دین نے اس سے منع کرنا شروع کر دیا جیسا کہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اِسی کی طرف

١١٧۔ حاشية ابن التمجيد سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٥/٥١٦) (الحديقة الندية ١/٩

١١٨۔ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ١٠/٥١٨

١١٩۔ شرح العلامة الزرقانی، المقصد الثّانی فی حکم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، ٩/٢٣٤

اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہلبیت رسول از ذریّت و ازواج مطہرہ و در کُتب قدیمہ از مشائخ اہلسنّت و جماعت کتابت آں یافتہ مےشود و در متأخرین ترک آں متعارف شدہ (١٢٠)

یعنی، متقدمین میں اہلبیتِ رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہلسنّت کی پُرانی کُتب میں اِس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متأخرین میں اِس کا ترک متعارف ہے۔

متقدمین میں بھی اس وقت جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ بنا تھا اور وہ بھی بلا تخصیص، جب یہ شیعہ کا شعار ہو گیا تو متأخرین نے بھی ترک کر دیا اب وہی عمل ہو گا جو متأخرین میں ہو۔(١٢١)

اور ہمیں اُن کے شعار سے منع کیا گیا ہے چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

قد نهينا عن شعارهم (١٢٢)

یعنی ہمیں اُن کے شِعار سے رُوکا گیا ہے۔

اور اسی شِعار کی وجہ سے فقہاءِ کرام نے غیرِ نبی و مَلَک کے لئے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کے ذکر سے منع کیا ہے، چنانچہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إن صلی علی غيره علی سبيل التبع كقوله: صلی الله علی النّبیّ و آله، فلا كلام فيه و أما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصّلاة فمكروه وهو من شعار الرّافض (١٢٣)

یعنی، اور اگر کسی نے حضور ﷺ کے غیر پر تبعاً ''صلاۃ'' کہی جیسے کہا ''صَلّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِيّ وَ آلِه'' تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ہاں حضور ﷺ کے اہلِ بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ

١٢٠۔ أشعة اللمعات شرح مشكاة، ١/٤٢٤

١٢١۔ غیرِ انبیاء و ملائکہ کے لئے علیہ السلام بلا وکیلی ص ١٧

١٢٢۔ الحديقة النّديّة شرح الطّريقة المحمّديّة ١/٩

١٢٣۔ مدارك التنزيل، سورة الأحزاب، ٢/٣/٣١٢

Ishaate Islam

ہو گی کیونکہ یہ شعارِ روافض ہے۔

اہلِ بدعت سے مشابہت

اور اہلِ بدعت روافض کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے، چنانچہ امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

فإن التّشبّه بأهل البدع منهي عنه (١٢٤)

یعنی، اہلِ بدعت سے تشبّہ ممنوع ہے۔

اور اہلِ بدعت سے مراد بدمذہب ہیں چنانچہ علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و المراد بهم أصحاب المذاهب الباطلة (١٢٥)

یعنی، اور ان سے مراد اصحابِ مذاہبِ باطلہ ہیں۔

بدمذہبوں کی مخالفت

جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بنا پر ہو اس کام میں بدمذہبوں کی مخالفت ضروری ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ

فتجب مخالفتهم فيما التزموه من ذلك (١٢٦)

یعنی، اہلِ بدعت (بدمذہب) جس اَمر کا التزام کریں اُس میں اُن کی مخالفت واجب ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

یعنی، اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے مخالفت واجب ہے۔(١٢٧)

١٢٤۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني، الباب الرّابع، فصل في الإختلاف الخ، ص٢٨٧

١٢٥۔ نسيم الرياض، القسم الثاني، الباب الرّابع، ٥/٩٤

١٢٦۔ الشفاء بتعريف حقوق سيدنا المصطفى، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف الخ، ص٢٨٧

١٢٧۔ شرح الشفاء القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف الخ،٢/١٤٩

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

لا يخفى أن كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، أيضاً لا مطلقاً بل في المذموم و فيما قصد به التّشبّه بهم فلا تغفل (١٢٨)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مسلّم ہے نیز مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ مشابہت کا قصد کیا جائے، پس تو غافل نہ ہونا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: و كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، لكن لا مطلقاً بل في المذموم، و فيما قصد به التّشبّه بهم كما قدّمه الشارح في مفسدات الصّلاة (١٢٩)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ تشبّہ کا قصد کیا جائے جیسا کہ شارح (علامہ حصکفی) نے پہلے مفسداتِ نماز کے بیان میں ذکر کیا۔

اور ’’شرح فقہ اکبر‘‘ میں ہے:

و في "الخلاصة" أيضاً أن في "الأجناس" عن أبي حنيفة لا يصلّى على غير الأنبياء و الملائكة و من صلّى على غيرها لا على وجه التبعية فهو غالٍ من الشّيعة التي نسمّيها الرّوافض (١٣٠)

یعنی، ’’خلاصہ‘‘ میں ’’اجناس‘‘ سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی پر ’’صلاۃ‘‘ نہیں کہی جاتی اور جو اُن کے غیر پر

١٢٨۔ روح المعاني، سورة الأحزاب، الآية: ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٩

١٢٩۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ١٠/٥١٩

١٣٠۔ بحواله شرح فقه اكبر، ص ٢٠٤

Ishaate Islam

بالاستقلال وہ لوگ ''صلاۃ'' کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں ۔(۱۳۱)

آخری بات

غیر انبیاء وملائکہ کے لئے انفراداً ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کہنا علماء کرام نے مکروہ تنزیہی لکھا ہے مگر جب اُن کی اس بات کو دیکھا جائے کہ یہ اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی اور ملا علی قاری حنفی وغیرہما نے لکھا تو اس سے اجتناب مؤکد ہو جاتا ہے اگر فقہاء کرام میں سے اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو اُن کے استعمال میں اہلِ بدعت تشبہ سے مقصود نہیں ہوتا، نہ ہی اُن سے اِس کا گمان کیا جا سکتا ہے مگر اُن کے اِس فعل سے عوام الناس کو اِس کی ترغیب ملتی ہے ۔اس لئے انہیں چاہئے کہ عوام میں اس کی ترغیب کو روکنے کے لئے حُسن تدبیر سے کام لیں ۔

اور پھر فقہاء کرام کا یہ قول کہ اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے، اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس فعل سے اشد اجتناب کیا جائے، مگر ہم وہی بات کہیں جو ہمارے اسلاف کے اقوال سے بالاتفاق مستفاد ہوتی ہے کہ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے بالاستقلال نہ ''صلاۃ'' کہنی چاہئے اور نہ ہی ''سلام'' ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۳۱۔ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام لکھنا، اویسی، ص ۱۸

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے خاص ہے یا دیگر محدّثین کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے بھی کہا اور لکھا جا سکتا ہے کیا کسی محدث یا فقیہ نے کسی غیر صحابی کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۔

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: تابعین یا بعد کے علماء دین کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کہا جائے تو بھی جائز ہے ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں، صحابہ کرام کے غیر تابعین عظام، علماء وصلحاءِ اُمت کے لئے بھی کہا جا سکتا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن کریم سے تائید

قرآن کریم سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے، پارہ تیس ''سورۃ البینۃ'' میں ہے:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۱)

''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈریں''۔

جیسا کہ ''تفسیر مدارک'' میں ہے ﴿ذٰلِکَ﴾ أی الرضا ﴿لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں

۱۔ البینۃ: ۹۸/۸

۲۔ تفسیر النسفی، سورۃ البیّنۃ ۲/۴/۳۷۱

Ishaate Islam

ربّ کی خشیت ہو۔

اور ربّ کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"هذه الآية إذا ضمّ إليها آية أخرى صارالمجموع دليلاً على فضل العلم والعلماء، وذلك لأنه تعالىٰ قال: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (۳) فدلّت هذه الآية على أن العالم يكون صاحب الخشية" (٤)

یعنی، اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اُس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

تو اِس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔

اور ''تفسیر روح البیان'' میں اس آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ کے تحت ہے:

"ذٰلك الخشية التي هي من خصائص العلماء بشؤون اللّٰه تعالىٰ مناط لجميع الكمالات العلمية والعلمية المستبعة للسعادات الدينية والدنيوية قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٥)

یعنی، خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کو خاصہ ہے، اِسی پر تمام کمالاتِ علمیہ و عملیہ کا دار و مدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خاصہ یہ ہوا کہ ''رضی الله عنهم'' و ''رضوا عنه'' اس کے لئے ہے جسے خشیتِ الٰہی

۳۔ فاطر:۲۸/۳۵

٤۔ التفسير الكبير للرّازي، سورة البيّنة، الآية:۸، ۲۵۲/۳۲/۱۱

٥۔ فاطر:۲۸/۳۵، تفسیر روح البيان، سورة (۹۸) البيّنة الآية: ۸، ۵۸۹/۱۰

ہو اور خشیتِ الٰہی خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ "رضی الله عنهم" و "رضوا عنه" خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے (٦) نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیتِ الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیتِ الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور ''تفسیر خازن'' (۷) و ''تفسیر معالم التنزیل'' (۸) میں ہے:

"قال الشعبي: إنما العَالِمُ مَن خَشِيَ اللّٰه عزّوجلّ"

یعنی، امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزّ وجلّ کی خشیت حاصل ہو۔

اور اِسی میں ہے:

"قال الرَّبِيعُ بنُ أنسٍ: مَنْ لَمْ يَخْشَ اللّٰهَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ" (۹)

یعنی، امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیتِ الٰہی حاصل نہ وہ عالم نہیں۔

٦۔ اس لئے جلیل القدر علماء و مشائخ کے علاوہ دوسروں کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے سے اجتناب برتنا چاہئے اور خصوصاً ایسے لوگوں کے لئے ہرگز ہرگز اس کا استعمال ممنوع اور اشد ممنوع حرام ہوگا کہ جو بدمذہب و بدعقیدہ تھے اور اُن کی بدعقیدگی حدِ کفر کو پہنچی ہوئی تھی اور علماء عرب و عجم نے اُن کی عبارات کے کفریہ ہونے پر اتفاق کیا تھا، ایسے لوگ اگر ان کی بدعقیدگی پر مطلع ہو کر ان کے لئے ''ترضی'' یا ''ترحم'' کے کلمات کہیں گے تو کہنے والوں کا اپنا ایمان چلا جائے گا پھر اگر وہ شادی شدہ ہیں تو نکاح بھی اور اگر کسی جامع شرائط سے بیعت ہوں گی تو بیعت بھی اور اُن پر توبہ کے بعد تجدید ایمان نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہوں گے، میں نے یہ اس لئے لکھا کہ ابھی یہ تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ''دار الافتاء'' میں میرے پاس پنجاب سے ایک استفتاء آیا جس میں اس طرح کے کلمات مذکور تھے۔

۷۔ تفسير خازن، سورة فاطر، الآية:۲۸، ٤۵٦/۳

۸۔ تفسير البغوي، سوره فاطر، الآية: ۲۸، ٤۹۲/۳

۹۔ تفسير خازن، سورة فاطر، الآية: ۲۸، ٤۵٦/۳، اور اسی میں ہے کہ قال مقاتل: أشد النّاسِ خشيةً لِلّٰه أعْلَمُهُم بِه (٤۵٦/۳) ''یعنی حضرت مقاتل نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی اشد خشیت رکھنے والے وہ ہیں جو اس کی زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں''

ثابت ہوا کہ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ صرف باعمل علماء ومشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عُرف میں بڑا مؤقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اِسے صحابہ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا اِسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے، جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ ملخصاً(۱۰)

بعض لوگوں کے قول کی حیثیت

اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ غیر صحابہ کے لئے صرف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہا جائے لیکن صحیح یہی ہے کہ اُن کے لئے بھی ”رضی اللہ عنہ“ کہا جاسکتا ہے چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

وأمّا ما قال بعض العلماء: إن قوله: "رضي اللّٰه عنه" مخصوص بالصحابة، ويقال في غيرهم: "رحمة اللّٰه" فقط، فليس كما قال: ولا يوافق عليه، (۱۱)

یعنی، اگر چہ بعض علماء نے کہا کہ یہ قول کہ ”رضی اللہ عنہ“ صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہا جائے، ایسے نہیں ہے جیسے اس قائل نے کہا اور اِس قول پر موافقت نہیں کی گئی۔

علامہ سید محمد ابوالسعود شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

قال بعضهم: لايجوز بل الرِّضى مخصوص بالصّحابة، ويقال لغيرهم "رحمه اللّٰه" فقط وقال النّووي: الصّحيح وعليه الجمهور استحبابه (۱۲)

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ (غیر صحابہ کے لئے) جائز نہیں ہے بلکہ

۱۰۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحة، ۲/۴۹۴، ۴۹۵

۱۱۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب الصّلاة علی غیر الأنبیاء فصل: یستحب الترضیٰ الخ ص ۱۵۴، مطبعة دار البیان، دمشق

۱۲۔ فتح المعین کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ، ۳/۵۶۲، مطبوعة مکتبة العجائب از بحر العلوم، کوئٹہ

”رضی اللہ عنہ“ صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہا جائے اور امام نووی فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ جس پر جمہور علماء کرام ہیں وہ یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ (یعنی یہ ترتیب مستحب ہے)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ويقال لغيرهم: رحمه اللّٰه فقط، وقال النّووي هذا غير صحيح بل الصّحيح الذي عليه الجمهور استحبابه (۱۳)

یعنی، اُن کے غیر کے لئے فقط ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہا جائے تو امام نووی نے فرمایا یہ قول صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح وہی ہے کہ جس پر جمہور علماء ہیں وہ یہ کہ یہ (ترتیب) مستحب ہے۔

مستحب ترتیب

علماء کرام نے اِسے مستحب قرار دیا ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور اُن کے غیر علماء وصلحاء کے لئے ”رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ کہا جائے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ، (۱۴) علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ (۱۵) اور علامہ شامی کے استاذ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۶) لکھتے ہیں:

ويستحب التّرضي للصّحابة والتّرحّم للتّابعين ومن بعدهم من العلماء والعبّاد وسائر الأخيار

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور تابعین

۱۳۔ الحدیقة النّدیّة شرح الطّریقة المحمّدیة ۹/۱

۱۴۔ تنویر الأبصار مع شرحه کتاب الخنثی، مسائل شتی ص۷۵۹، مطبعة دار الکتب العلمیة، بیروت الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

۱۵۔ الدّرّالمختار، ص۷۹۹

۱۶۔ الحدیقة النّدیة شرح الطّریقة المحمّدیّة ۹/۱

Ishaate Islam

عظام اور ان کے بعد کے علماء، عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

علامہ محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

وقال فی "شرح المقدمة" للقرمانی: یستحب التّرضی للصّحابة والتّرحم للتّابعین ولمَن بعد مِن العلماء والعبّاد وسائر الأخیار (۱۷)

یعنی ''شرح المقدمہ للقرمانی'' میں فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' تابعین اور اُن کے بعد والے علماء عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

اور علماء کرام نے اِس کے استحباب کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ علامہ ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

والأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالتّرضی، لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضی من اللّٰه، ویبالغون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما لحقهم من الابتلاء من جهة أشدّ الرّضی، وللتّابعین بالرّحمة ولمَن بعدهم بالمغفرة (۱۸)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اور علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری قادری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

ثم الأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالرّضا فیقول: "رضی اللّٰه عنه" لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضا من اللّٰه تعالیٰ، ویجتهدون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما یلحقهم من الابتلاء من جهة أشدّالرّضا، فهؤلاء أحق بالرّضا، وغیرهم لایلحق أدناهم، ولوأنفق مِل الأرض ذهباً، وللتّابعین بالرّحمة فیقول: "رحمهم اللّٰه" ولمَن بعدهم بالمغفرة والتّجاوز عنهم لکثرة ذُنوبهم، ولقلّة

۱۷۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۶۲/۳

۱۸۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۶۲/۳

اهتمامهم بالأمور الدّینیّة۔ واللفظ للزیلعی (۱۹)

یعنی، پھر اَولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ''رضی'' کے ساتھ دعا کرے پس کہے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں مبالغہ کیا کرتے تھے اور ہر اُس کام کے کرنے میں مبالغہ کرتے تھے کہ جس سے وہ باری تعالیٰ اُن سے راضی ہو جائے اور وہ اللہ عزّ وجلّ کی جناب سے لاحق ہونے والی آزمائش پر اللہ کی رضا کے ساتھ راضی ہو جائے، تو وہ ''رضی اللہ عنہ'' (کہے جانے) کے زیادہ حقدار ہیں اور اُن سے کم درجہ والا اُن کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اگرچہ زمین بھر سونا خیرات کردے اور تابعین کے لئے ''رحمت'' کے ساتھ دعا کرے اور جو اُن کے بعد ہوئے اُن کے لئے کثرتِ ذُنوب اور اُمورِ دینیہ میں قِلّتِ اہتمام کی بنا پر اُن کے لئے مغفرت وتجاوز کی دعا کی جائے۔

اور اِس ترتیب کے استحباب پر دلائل کثیر ہیں چنانچہ امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دلائله أکثر مِن أن تحصر (۲۰)

یعنی، اس کے دلائل شمار سے باہر ہیں۔

اس ترتیب کا عکس

اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس ترتیب کا عکس بھی جائز ہے چنانچہ علامہ تمرتاشی لکھتے ہیں:

وکذا یجوز عکسه علی الرّاجح (۲۱)

۱۹۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۳۶۱/۹، مطبعة دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھـ ۲۰۰۰م، تکملة البحرالرائق، کتاب الخنثیٰ مسائل شتی، ۴۶۸/۷

۲۰۔ کتاب الأذکار ص ۱۵۴

أیضاً الحدیقة النّدیّة شرح الطّریقة المحمّدیّة ۹/۱

أیضاً فتح المعین علی شرح الکنز لملاّ مسکین، ۵۶۲/۳

۲۱۔ تنویر الأبصار مع شرحه، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ص ۷۵۹

Ishaate Islam

یعنی، اِسی طرح راجح قول کے مطابق اِس کا عکس (یعنی اُلٹ) جائز ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ:

التّرحم للصّحابة، والتّرضی للتّابعین، ومَن بعدهم (۲۲)

یعنی، عکس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ترحّم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور تابعین اور اُن کے بعد والوں کے (علماء و صلحاء) لئے ترضّی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنا۔

اور لکھتے ہیں کہ:

قوله: ”علی الرّاجح“ ذکره القرمانی (۲۳)

یعنی، علامہ تمرتاشی کا قول کہ ”راجح قول کے مطابق“ اِسے علامہ قرمانی نے ذکر کیا ہے۔

یہی قول راجح ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب کا اُلٹ بھی جائز ہے اور علماء کرام لکھتے ہیں کہ ترحّم، و ترضّی کا استعمال بلا تخصیص جائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

والذی اختاروا فی هذا الباب أن یقال: اللهم ارحم فلاناً واغفرله، ورَحِم الله فلاناً، غفرلهٗ، ورَضِی عنه ونحو هذا من الدّعاء له والتّرحّم علیه (۲٤)

یعنی، وہ جسے علماء کرام نے اِس باب میں اختیار کیا وہ یہ ہے کہ کہا جائے ۔ اللھم ارحم فلاناً، اللّٰهم اغفرله، رَحِم الله فلاناً، غفرالله له، رَضِیَ اللّٰهُ عنه، اور اِسی کی مثل اُس کے لئے دعا اور اُس پر ترحّم۔

۲۲۔ الدّرّالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ص۷۵۹

۲۳۔ الدّرّالمختار شرح تنویر الأبصار، ص۷۵۹

۲٤۔ الإستذکار، کتاب قصر الصّلاة فی السّفر، باب ماجاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ ۲/۳۲٤/۲۰۳٦۸، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی نقل کرتے ہیں کہ:

ویذکر من سواهم من الأئمّة وغیرهم بالغُفران والرِّضَی کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (۲۵) وقال تعالیٰ: ﴿وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ (۲٦)

یعنی، ان کے سوا اور ائمہ وغیرہم کے ساتھ ”غفر“ اور ”رضی“ کا لفظ ذکر کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ اُن سے راضی“۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و یخصّ غیرهم من المؤمنین بالدّعا بالرّضا و المغفرة، و الرّحمة، و کذا ذکرهم اللّٰه تعالیٰ، فقال: ﴿وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (۲۷) ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۲۸) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (۲۹) ﴿وَ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا﴾ (۳۰) و ﴿وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (۳۱)، و لأن

۲۵۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۲٦۔ التوبة: ۱۰۰/۹، الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثّانی، الباب الرّابع فی حکم الصّلاة، فصل فی الاختلاف الخ، ص۲۸۷

۲۷۔ المائدة: ۱۱۹/۵ و التوبة: ۱۰۰/۹

۲۸۔ الفتح: ۱۸/٤۸

۲۹۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۳۰۔ البقرہ: ۲۸٦/۲

۳۱۔ المؤمن: ۷/٤۰

Ishaate Islam

مثل ھذا ھو المعروف من عمل الصّحابة و الصّدر الأوّل (۳۲)

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے غیر مؤمنین کو، رضا، مغفرت اور رحمت کی دعا سے خاص کیا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر فرمایا، پس فرمایا: ’’اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی‘‘۔ ’’اللہ راضی ہو ایمان والوں سے‘‘۔ ’’اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے‘‘۔ ’’ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر‘‘۔ ’’اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں‘‘

اس لئے بعض علماء نے ترضی، ترحم دونوں کے بلاتخصیص استعمال کو صحابہ و غیر صحابہ سب کے لئے مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

یستحب التّرضی والتّرحم علی الصّحابة والتّابعین فمن بعدھم من العلماء وسائر الأخیار فیقال: رضی اللّٰه عنه، أو رحمه اللّٰه، ونحو ذلك (۳۳)

یعنی ’’ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا) اور ترحم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا) صحابہ، وتابعین اور جو اُن کے بعد علماء اور تمام اخیار میں سے ہوئے سب کے لئے مستحب ہے۔

محدّثین وفقہاء وعلماء کا عمل

اور جب مُحدِّثین کرام، فقہاء کرام اور علماء عظام کی کُتب کو دیکھا جائے تو اُن کی عبارت میں بکثرت ملے گا کہ انہوں نے غیر صحابہ کے لئے ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ لکھا ہے اُن

۳۲۔ إکمال المعلم، کتاب الصّلاۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ بعد التشھد برقم:۷۰ (۴۰۸)، ۲/۳۰۵

۳۳۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ، فصل: یستحب التّرضی الخ، ص ۱۵۴

میں سے چند فقہاء ومحدِّثین اور اُن کی کُتب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن میں انہوں نے غیر صحابہ کو ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ لکھا ہے۔

امام المحدِّثین امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی ’’صحیح‘‘ میں حضرت اویس قرنی کو ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ لکھا ہے۔(۳۴)

اور مُحدِّث کبیر حضرت شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی بخاری نے اپنی مشہور کتاب ’’اشعۃ اللمعات‘‘ میں حضرت اویس قرنی کو ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ لکھا ہے۔(۳۵) اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں ہیں مگر ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ نے آپ کو ’خیر التابعین‘ فرمایا ہے کہ ’’صحیح مسلم‘‘(۳۶) میں ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی نہیں ہیں اور ایسے تابعی(۳۷)

۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب فضائل أُویس القرنی رضی اللہ عنه، برقم:۵۵/۱۰۱، ص۱۲۲۸

۳۵۔ أشعة اللّمعات، کتاب الفتن، باب ذکر الشام وذکر أویس القرنی، الفصل الأول، ۴/۷۴۳

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أُویس القرنی، برقم:۶۵۸۳/۲۲۴۔ (۲۵۴۲)، ص۱۲۲۸

۳۷۔ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا اور ان صحابہ سے ملاقات کا بھی انکار کیا کہ جن سے ملاقات ثابت ہے وہ بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو مانتے ہیں اور حافظ ولی الدین عراقی سے امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمائے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور تابعی ہونے کے لئے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل کر لینا ہی کافی ہے (تبییض الصحیفة، ذکر من أدرکه من الصحابة رضی اللہ عنھم ص ۲۴، ۲۵) اور ملا علی قاری نے بھی حافظ ولی الدین عراقی کے قول کو نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حافظ عراقی نے حدیث شریف طوبی لمن رآنی الخ سے استدلال کیا (شرح شرح نخبة الفکر، التابعی، ص ۱۸۵) اور جسے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے وہ تابعی کیسے نہیں ہو سکتا حالانکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ’’بے شک خیر التابعین وہ شخص ہے جسے اویس کہا جائے گا اور ان کی والدہ (حیات) ہوں گی‘‘۔ الحدیث (رواہ مسلم فی فضائل الصحابة، باب من فضائل أُویس القرنی رضی اللہ عنه، برقم:۶۵۸۲/۲۲۳ (۲۵۴۲)، ص ۱۲۲۸) تو حضور ﷺ نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام کی

Ishaate Islam

ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے(۳۸) اُن کو خاتم المحققین حضرت علامہ سید محمد امین ابن عابد شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے ''ردالمحتار'' میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۳۹) اور علامہ شامی نے اپنی اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت امام شافعی(۴۰) کو ''رضی اللہ تعالیٰ

زیارت کے علاوہ کوئی شئے آپ سے معروف نہیں یعنی کسی صحابی سے آپ کی کوئی روایت معروف نہیں ہے، صرف صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جانا ہی بہت بڑا فضل ہے اگرچہ وہ صحابی سے کچھ نہ سُنے کیونکہ امام طبرانی نے روایت کر حضورﷺ نے فرمایا: "طُوبٰی لِمَنْ رَآنِیَ، وَ طُوبٰی لِمَنْ رَأَی مَنْ رَآنِی" الحدیث (مجمع الزوائد کتاب المناقب، باب فیمن رأی النبی ﷺ رآھم برقم: ۱٦٤١٧، ۹/۵۵۱) یعنی، خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے اُسے دیکھا جسے میں نے دیکھا"۔ اور امام نووی شافعی نے تابعی کی تعریف میں فرمایا کہ "کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو اور کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی ملاقات کا شرف حاصل ہو اور یہی قول اظہر ہے۔(تقریب النووی مع شرحہ، النوع الأربعون، ۲/۲۰٦) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنی مشہور کتاب "شرح نخبۃ الفکر" میں اسی قول کو مختار قرار دیا کہ "کسی شخص کے تابعی ہونے کے لئے صحابی کی رویت (زیارت) کافی ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر، التابعی، ص۱۰۲) اور امام سیوطی لکھتے ہیں قال العراقی: و علیہ عمل أکثر أھل الحدیث (تدریب الراوی، النوع الأربعون، ۲/۲۰٦)

۳۸۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے امام ابوحنیفہ نے جن صحابہ سے حدیث روایت کی اُن کے بیان میں ایک جز تالیف فرمایا اور اس میں ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہﷺ کے صحابہ میں سے سات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور وہ (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن جزء زبیدی، (۳) جابر بن عبداللہ، (۴) معقل بن یسار (۵) واثلہ بن اسقع، (٦) عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم (تبییض الصحیفۃ ، ذکر من أدرکہ من الصحابۃ رضی اللہ عنھم ص ۲۲، ۲۳) یہاں پر سات کا ذکر کیا اور چھ کے نام بیان کئے گئے اور امام سیوطی نے نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور عبداللہ بن اُنیس کا بھی ذکر کیا ہے۔(ص ۲٤)

۳۹۔ مفتی جلال الدین امجدی نے اپنے فتاویٰ میں "ردالمحتار" مطبوعہ دیوبند کے حوالے سے لکھا کہ علامہ شامی نے امام اعظم کو صرف پہلی جلد (ص۳۵، ۳٦، ۳۷، ۳۸) میں کل چھ جگہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الحظر و الإباحۃ ۲/٤۹۲)

٤۰۔ ردّالمحتار علی الدُّرّالمختار، المقدمۃ مطلب: یجوز تقلید المفضول الخ، ۱/۱۳۵،۱۳٦

عنہ'' لکھا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے،(٤۱) حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔

اور علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب ''درمختار'' میں حضرت امام ابوحنیفہ(٤۲) اور امام شافعی(٤۳) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک(٤٤) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی نہ تھے کہ اِن میں سے صرف امام ابوحنیفہ تابعی تھے، باقی دونوں تابعی بھی نہ تھے اور عبداللہ بن مبارک کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے(٤۵)

شارح صحیح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ''صحیح بخاری'' کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں امام اعظم امام ابوحنیفہ کو (٤٦) اور امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(٤۷)

اور سید العلماء سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی مشہور تصنیف ''حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(٤۸)

٤۱۔ ردالمحتار، المقدمۃ مطلب، یجوز تقلید المفضول الخ ۱/۱۳۱، مطبعۃ: دارالمعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

٤۲۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمۃ ص ۱٤

٤۳۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمۃ، ص ۱۵

٤٤۔ الدُّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، مقدمۃ ص ۱٤

٤۵۔ التفسیر الکبیر للرازی، ٦/۳۸۲

٤٦۔ عمدۃ القاری، مقدمہ باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ، بیان اللّغۃ، تحت قولہ: "وقول اللہ تعالیٰ" ۱/۱۵

٤۷۔ عمدۃ القاری، مقدمہ، باب کیف کان بدء الوحی الخ، بیان نوع الحدیث ص ۱/۲۲

٤۸۔ حاشیۃ الطّحطاوی علی مراقی الفلاح خطبۃ الکتاب، ص۱۷، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ أیضاً ص ۱۱، مطبوعۃ: قسطنطنیۃ و قدیمی کتب خانہ کراتشی

اور امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' حضرت امام شافعی(۴۹) کو، امام ابو حنیفہ کو اور امام مالک بن دینار کو(۵۰) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرات'' میں امام مالک کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۵۱)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ ''فتح الباری'' (۵۲) میں امام بخاری کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اِسی کتاب میں حضرت امام شافعی کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا۔(۵۳)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے ''تبییض الصحیفہ'' میں امام ابو حنیفہ کو ''رضی اللہ عنہ'' لکھا(۵۴) اور اسی کتاب میں امام شافعی(۵۵) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

اور شارح صحیح مسلم امام ابو زکریا محی الدین یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے ''شرح صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں حضرت امام مسلم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا(۵۶) اور امام ابو

۴۹۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الأول فی فضیلة الأوراد، بیان أعداد الأوراد الخ، ۱۷/۲، و بیان اختلاف الأوراد الخ، ۲۹/۲، و الباب الثانی فی الأسباب المیسرة الخ، ۳۷/۲

۵۰۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الثّانی فی الأسباب المیسرة الخ، فضیلة قیام اللیل، ۳۷/۲

۵۱۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص ۱۱، مکتبه ومطبة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۸م

۵۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الأول، ۷/۱

۵۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الثانی، ۱۵/۱۔ و طبع السلفیة، ۶/۱

۵۴۔ تبییض الصّحیفه ص۱۷، مطبعه ادارة القرآن دار العلوم الإسلامیه الطبعة الثانیة ۱۴۱۸ھ

۵۵۔ تبییض الصّحیفه سنة ولادة أبی حنیفة الخ، ص ۱۲۵

۵۶۔ شرح صحیح مسلم مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۴/۱/۱، ۱۸ و فصل، ۱۹/۱/۱

عبداللہ محمد بن الفضل الفراوی کو(۵۷)، اِسی طرح حافظ ابو القاسم دمشقی المعروف بابن عساکر کو(۵۸) اور امام ابوعمرو بن الصلاح کو(۵۹) میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے، جن کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ اور ''کتاب الأذکار'' میں حضرت ابو علی فضیل بن عیاض کو(۶۰) اور حضرت ابومحمد سہل بن عبداللہ تستری کو، حضرت ابو علی دقاق کو(۶۱) اور حضرت شیخ ابو بکر احمد بن محمد کو(۶۲) اور امام بخاری اور امام مسلم کو(۶۳) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے، اور محدّثِ کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری نے ''أشعة اللمعات'' میں حضرت امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۴) اور اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت شیخ محقق نے امام بخاری کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۶۵)

اور حدیث کی مشہور کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاحبِ مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا(۶۶) جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ اُن کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری نے اپنی مشہور تصنیف ''نسیم الریاض'' میں حضرت علامہ قاضی عیاض کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۷) اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے

۵۷۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۵/۱/۱

۵۸۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۵/۱/۱

۵۹۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۹/۱/۱

۶۰۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲۴، مطبوعة دار البیان، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م

۶۱۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲۵

۶۲۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳۲

۶۳۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳۴

۶۴۔ اشعة اللمعات مقدمه در احوالِ محدّثین، ۱۶/۱۰

۶۵۔ أشعة اللمعات، مقدمه در احوالِ مُحدّثین، ۹/۱

۶۶۔ مشکاة المصابیح، مقدمة المؤلّف، ۱۔۲/۲۰

۶۷۔ نسیم الرّیاض، مقدمة کتاب الشفاء، ۱۶/۱

Ishaate Islam

چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ اُن کا انتقال ۵۶۱ھ میں ہوا۔

اور سیّد المحققین حضرت شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی بخاری نے ''اشعۃ اللمعات'' میں اور ''اخبار الاخیار'' میں کُل پندرہ مقامات پر حضور غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۶۸) جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی۔

اور امام المحدّثین ملا علی قاری نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین'' لکھا ہے، (۶۹) حالانکہ اُن میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی نے اپنی ''تفسیر'' میں حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دردیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی امام ابو الحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نور الدین علی شبرا ملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی اِن تمام علماء کو ''رضی اللہ عنہم'' لکھا ہے (۷۰) جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابو الحسن نور المِلّۃ والدّین علی بن یوسف شطنوفی نے اپنی مشہور تصنیف ''بہجۃ الاسرار'' میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اور ''ہدایہ'' میں صاحبِ ہدایہ کو اُن کے شاگرد نے کئی مقام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔ (۷۱)

۶۸۔ اخبار الأخیار، ص ۱۵، ۱٦، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲٤، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱٤

۶۹۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ۸۱/۱

۷۰۔ حاشیۃ العلّامۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین، ۳۳/۱

۷۱۔ جیسے "الھدایۃ" کے کتاب الصلاۃ کے باب المواقیت (۱۔۲/۴۸) میں، اور اِسی باب کی "فصل فی الأوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ" (۱۔۲/۵۰) میں اور باب الأذان، (۱۔۲/۵۳) میں ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرّات'' میں صاحب دلائل الخیرات امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۷۲) حالانکہ امام جزولی صحابی نہیں کہ آپ کا وصال سولہ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو ہوا۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں: یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی ''رضی اللہ عنہما'' لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۳۸ پر ہے، مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب ''رضی اللہ عنہما'' چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ (۷۳)

اِن تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ اُن کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہرگز نہیں لکھتے۔

و اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷۲۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص ۴۰۳، ۵۰۴، مطبوعۃ: شرکۃ، مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ بمصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۷م

۷۳۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحۃ، ۴۹۲/۲

Ishaate Islam

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایسے صحابہ کا ذکر ہو کہ جن کے والد بھی صحابیِ رسول تو اُن کے نام کو جب والد کے نام کے ساتھ یعنی صحابی بن صحابی لکھا جائے جیسے عبداللہ بن عمر یا صرف ابن عمر لکھا جائے تو اُن کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کافی ہوگا یا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا ہوگا۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں جب صحابی بن صحابی مذکور ہو یا صرف ابن صحابی ہو دونوں صورتوں میں اُن کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا چاہئے تاکہ ''ترضّی'' دونوں کو شامل ہو جائے۔ چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

> فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابيٍ قال: ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما و كذا ابن عباس، وابن الزبير، وابن جعفر وأسامة بن زيد ونحوهم، ليشمله وأباه جميعاً (۱)

> یعنی، میں اگر مذکور صحابی ابن صحابی ہو، کہے ابن عمر رضی اللہ عنہما، اور اسی طرح ابن عباس، ابن الزبیر، ابن جعفر، اور اسامہ بن زید اور ان کی مثل (کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا جائے) تاکہ رضی اللہ عنہ کہنا انہیں اور اُن کے والد سب کو شامل ہو جائے۔

وَ اللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۔ الأذكار، كتاب الصلوٰة على رسول اللّٰه تعالىٰ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ، فصل يستحب الترضي الخ ص۱۵۲، مطبعه مكتبه دارالبيان، دمشق الطبعة الثالثة ۱٤۲٤ھ۔۲۰۰۳م

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے رضی اللہ عنہا یا علیہا السلام اسی طرح وازواجِ انبیاء علیہم السلام کہ جن کا اہلِ ایمان ہونا معلوم ہے اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے، اسی طرح حضرت لقمان اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علماءِ کرام نے لکھا ہے راجح قول یہ ہے کہ حضرت لقمان اور ذوالقرنین نبی نہیں تھے اسی طرح حضرت مریم کے بارے میں بھی علماءِ کرام کا یہی قول ہے۔ جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے اُن کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اُن کے اسماء کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' استعمال کیا جائے، چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

> فإن قيل: إذا ذكر لقمان ومريم هل يُصلّى عليهما كالأنبياء، أم يترضّى كالصحابة والأولياء، أم يقول عليهما السلام فالجواب: أن الجماهير من العلماء على أنهما ليسا نبيين، وقد شذّ من قال: نبيّان ولاالتفات إليه، ولا تعريج عليه، وقد أوضحتُ ذلك فى كتاب "تهذيب الأسماء واللّغات" فإذا عرفتَ ذلك، فقد قال بعض العلماء كلاماً يفهم منه أنه يقول: قال لقمان أومريم صلى اللّٰه على الأنبياء وعليه أو عليها وَسلّم، قال لأنها ترتفعان عن حال من يقال: رضى اللّٰه عنه، لما فى القرآن العزيز مما يرفعهما، والذى أراه أن هذا لابأس به، وأن الأرجح أن يقال: رضى اللّٰه

Ishaat-e-Islam

عنه، أو عنها، لأن هذا مرتبة غير الأنبياء ولم يثبت كونهما نبيّين، وقد قال أمام الحرمين إجماع العلماء على أن مريم ليست نبيّة ذكره في "الإرشاد" ولو قال: عليه السلام، أو عليها، فالظاهر أنه لابأس به، والله أعلم، ولا حول ولاقوة إلا بالله العليّ العظيم (۱)

یعنی پس اگر کہا گیا کہ جب حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر کیا گیا تو کیا اُن پر انبیاء علیہم السلام کی طرح درود پڑھا جائے یا صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی طرح رضی اللہ عنہ یا رحمہ اللہ علیہ کہا جائے یا علیہما السلام کہا جائے۔ بے شک جمہور علماء اِس پر ہیں کہ دونوں نبی نہیں تھے، اور اُس کا قول شاذ ہے کہ جس نے کہا نبی ہیں، اور اُس شاذ قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس پر تعریج ہے، اور میں نے اسے اپنی کتاب ''تہذیب الأسماء واللغات'' میں واضح کر دیا ہے، پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو بعض علماء نے کلام کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے لقمان یا مریم صلی اللہ علی الانبیاء علیہ اوعلیہا وسلم، کہا کہ یہ دونوں اُن کے حال سے مرتفع ہیں کہ جن کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں وہ مذکور ہے جو اُن کو بلند کرتا ہے، اور زیادہ راجح یہ ہے کہ اُن کے لئے کہا جائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ یہ غیر انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہے اور امام الحرمین نے فرمایا کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں، اُسے انہوں نے ''الأرشاد'' میں ذکر کیا ہے اور ان کو اگر علیہ السلام یا علیہا السلام کہے تو ظاہر ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ والله تعالیٰ اعلم ولاحول

۱۔ كتاب الأذكار الكتاب الصلاة على رسول الله ﷺ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ فصل، ص ١٥٤ مطبوعة دارالبيان دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

ولاقوة الا بالله العلى العظيم

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وكذا من اختلف في نبوّته كذى القرنين ولقمان، وقيل يقال: صلى الله على الأنبياء وعليه وسلم كما في "شرح المقدمة" للقرماني (۲)

یعنی اسی طرح (ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اِس کے لئے) کہ جس کی نبوت میں اختلاف کیا گیا جیسے حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان اور کہا گیا کہ یوں کہا جائے صلّى الله على الأنبياء وعليه وسلّم جیسا کہ ''شرح المقدمة'' للقرمانی میں ہے۔

اس صیغہ سے ''صلاۃ وسلام'' کا حکم اِس لئے دیا گیا تا کہ اُن پر ''صلاۃ وسلام'' تبعاً ہو جائے اور تبعاً صلاۃ وسلام پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أي لتكون الصّلاة عليه تبعاً فيكون ممّا لا اختلاف فيه (۳)

یعنی تا کہ اس پر صلاۃ تبعاً ہو جائے پس وہ اس میں سے ہو جائے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر کوئی اُن کے لئے کہ جن کا نبی ہونے میں اختلاف ہے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام بول دے تو اُس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ اُن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وظاهر قول المتن: "ولايصلى على غير الأنبياء والملائكة"

۲۔ الدّرالمختار كتاب الخنثى، مسائل شتى ص٧٥٩ مطبعه دارالكتب العلميه، بيروت الطبعة الاولىٰ ١٤٢٣هـ

۳۔ ردالمحتار كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى الطبعة الاولىٰ ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠ مطبعه دارالمعرفة بيروت

وکذا کلام القاضی عیاض السابق أنه لایدعی له بالصّلاة، لکنه ینبغي عدم الإثم به لشبهة الاختلاف (٤)

یعنی دور متن (یعنی تنویر الابصار) کا ظاہر قول کہ ''غیر انبیاء، ملائکہ پر (بالاستقلال) درود نہ پڑھا جائے'' اور اسی طرح قاضی عیاض کا کلام جو سابق میں گذرا کہ اُن کے لئے (یعنی جن کی نبوت میں اختلاف) صلاۃ کے ساتھ دعا نہ کی جائے لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو چاہیئے کہ شبہ اختلاف کی وجہ سے اس سے گناہ نہ ہوتا۔

یا د رہے کہ حضرت مریم کے غیر نبیہ ہونے پر اجماع منعقد ہے جیسا کہ امام نووی نے امام الحرمین سے نقل کیا ہے لہٰذا اُن کو بالاستقلال صلاۃ وسلام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے بلکہ ترضّی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

وَ اللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

٤۔ ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ١٠/ ٥٢٠، مطبعه دارالمعرفه بیروت

مآخذ و مراجع

۱۔ **الإحْسَان بِتَرْتِيْب صَحِيْح ابن حبان،** رتّبه الأمير علاؤالدين علی بن بلبان الفاسي (ت٧٣٩ھ)، دارالکتب العلمية، بيروت، الطَبعة الثّانيَة ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٤م.

۲۔ **اخبار الأخيار،** للشيخ المحقّق، الشّيخ عبدالحق بن سيف الدّين المحدّث الدّهلوی الحنفی (ت ١٠٥٢ھ)، کتب خانه رحيميه، ديوبند.

۳۔ **إرشاد العقل السّليم** إلی مزايا الکتاب الکريم= تفسير أبی سعود

۴۔ **أشِعّةُ اللُّمعَات.** للدّهلوی، الشّيخ عبد الحق بن سيف الدّين المحدّث (ت ١٠٥٢ھ)، المکتبة النُّورية الرّضوية، سکهر، باکستان ١٩٧٦ء۔

۵۔ **الأستذکار،** لابن عبدالبرّ، الحافظ يوسف بن عبدالله بن محمد القرطبی (ت٤٦٣ھ)، تعليق سالم محمد عطا وغيره، دارالکتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠٠

۶۔ **إکمال إکمال المُعلِم.** لأبی، الإمام محمد بن خليفة الوشتانی المالکی، (ت٨٢٨ھ)، ضبطه محمد سالم هاشم، دارالکتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٥ھ، ١٩٩٤م

۷۔ **إکمال المُعلم** بفوائد المسلم، للإمام الحافظ أبی الفضل عياض بن موسیٰ اليحصبی، (ت٥٤٤ھ)، تحقيق الدّکتور يحیٰ إسماعيل، دارالوفاء، المنصورة، الطَبعة الأولی ١٤١٩ھ، ١٩٩٨م

☆ **أنوار التنزيل وأسرار التأويل** = تفسير البيضاوی

۸۔ **بريقة محمودية** فی شرح طريقة محمديّة، للعلّامة أبی سعيد الخادمی، (فرغ من تأليفه فی ١١٦٨ھ)، دار الإشاعت العربية، کوئٹة

۹۔ **تبييض الصحيفة** بمناقب الإمام أبی حنيفة، للسيوطی، الإمام جلال الدين عبدالرّحمٰن الشافعی، (ت ٩١١ھ)، تعليق محمد عاشق الٰهی البرنی، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراتشی، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ

Ishaate Islam

۱۰ـ **التّبیین**. للفاربی، العلّامة قوام الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمر الإتقانی الحنفی (ت۷۵۸ھ)، وزارة الأوقاف، الکویت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۱۱ـ **تبیین الحقائق** (شرح کنزالدقائق) للزیلعی، الإمام علی بن عثمان الحنفی (ت۷۴۳ھ) دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۲ـ **تدریب الرّاوی** (فی شرح تقریب النّواوی)، للسّیوطی، الحافظ جلال الدّین عبدالرّحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت۹۱۱ھ)، تحقیق الدّکتور أحمد عمر هاشم، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۱۳ـ **تفسیر ابن عاشور**، للشیخ محمد طاهر ابن عاشور، مؤسسة التاریخ ،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۴ـ **تفسیرُ ابن کَثِیْر**، للعلامة عماد الدّین أبی الفداء إسماعیل بن کثیر الدّمشقی (ت٧٧٤ھ)، دار الأرقم، بیروت.

۱۵ـ **تفسیر أبی السعود**، للقاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی (ت۹۸۲ھ)، تعلیق الشیخ محمد صبحی حسن حلّاق، دارالکتب، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م

☆ **تفسیر البغوی** = معالم التّنزیل

۱۶ـ **تفسیر البیضاوی**، للإمام ناصر الدین أبی الخیر عبداللّٰه بن عمر الشیرازی الشافعی، (ت۶۹۱ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

☆ **تفسیر التحریر والتنویر** = تفسیر ابن عاشور

☆ **تفسیر الخازن**= لباب التّأویل فی معانی التّنزیل

۱۷ـ **تفسیر روح البیان**، للمحقّق العلامة الشیخ إسماعیل البروسی (ت۱۱۳۷ھ)، تعلیق الشیخ أحمد عزّوعنایة، دارأحیاالتراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱

۱۸ـ **تفسیر روح المعانی**، للعلامة أبی الفضل شهاب الدین السّیّد محمود الآلوسی البغدادی الحنفی، (ت۱۲۷۰ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۱۹ـ **تفسیر الخطیب الشربینی**، للأمام محمد بن احمد الخطیب الشّربینی، (ت۹۷۷ھ)، تعلیق إبراهیم شمس الدین، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۰م

☆ **تفسیر القرآن لإبن کثیر**= تفسیر ابن کثیر

۲۰ـ **تفسیرُ القُرْطبی**. الجَامع الأحکَام الْقران. للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ-١٩٩٥ء-

۲۱ـ **التفسیر الکبیر للرّازی**. الإمام فخرالدّین محمد بن ضیاء الدّین عمر الشّافعی (ت۶۰۶ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۲۲ـ **تفسِیْرُ المَظْهَری**، للقاضی محمد ثناء اللّٰه العثمانی الحنفی النّقشبندی (ت١١٢٥ھ)، تحقیق محمد عزّوعنایة، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤ء.

۲۳ـ **التفسیر المنیر** فی العقیدة والشریعة والمنهج، للدکتور وهبة الزّهیلی، دارالفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م

☆ **تفسیر النّسفی**= مدارک التنزیل. حقائق التأویل

۲۴ـ **تقریب النّواوی** (مع شرحه للسّیوطی) للإمام أبی زکریا یحی بن شرف الشّافعی (ت۶۷۶ھ)، تحقیق الدّکتور أحمد عمر هاشم، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۲۵ـ **تکملة البحر الرّائق** (شرح الکنزالدقائق)، للعلامة محمد بن حسین بن علی الطّوری القادری الحنفی (ت۱۱۳۸ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م

۲۶ـ **التّمهید** لمافی الموطّا من المعانی والمسانید لابن عبدالبرّ، الحافظ یوسف بن عبداللّٰه بن محمد القرطبی (ت۴۶۳ھ)، تحقیق محمد عبدالقادر عطاری، دارالکتب العلمیة، بیروت،، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۲۷ـ **تنویر الأبصار** وجامع البحار فی فروع فقه الحنفی مع شرحه. للتمرتاشی،

Ishaate Islam

العلامة الشيخ محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّي الحنفي (ت۱۰۰۴ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، البطعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ.۲۰۰۲م)

☆ **الجامع لأحكام القرآن**= تفسيرُ القُرْطبي

۲۸۔ **حاشية ابن التمجيد**، للعلامة مصلح الدين مصطفى بن إبراهيم الرومي الحنفي (ت ۸۸۰ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م

☆ **حاشية ابن عابدين**= ردّالمحتار على الدُّرّالمختار

۲۹۔ **حاشية الشهاب** على تفسير البيضاوي، للخفاجي، القاضي شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الحنفي (ت۱۰۶۹ھ)، تخريج، الشيخ عبدالرّزاق المهدي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۷ھ.۱۹۹۷م

۳۰۔ **حاشية الطحطاوي** (على مراقي الفلاح)، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوي الحنفي، (ت ۱۲۳۱ھ)، ضبطه الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷

۳۱۔ **حاشية الطحطاوي**، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوي الحنفي، (ت ۱۲۳۱ھ)، قديمي كتب خانه، كراتشي، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷

۳۲۔ **حاشية العلّامة الصّاوي** على تفسير الجلالين، للعلامة الفقيه أحمد بن محمد الخلوتي المالكي (ت۱۲۴۱ھ)، داراحياء التراث العربي، بيروت الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۳۳۔ **حاشية القونوي** على تفسير الإمام البيضاوي، للعلامة عصام الدين إسماعيل بن محمد الحنفي (ت ۱۱۹۵ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م

۳۴۔ **الحديقة النّدية** (شرح الطريقة المحمدية). للنّابلسي، العلامة عبدالغني الحنفي، هو من أساتذة مفتي محمد أمين الشامي الحنفي (ت۱۲۵۲ھ)، مكتبة الفاروقية، بشاور

۳۵۔ **حلبي كبير**، للعلّامة الشيخ إبراهيم الحنفي (ت۹۵۶ھ)، سهيل أكادمي، لاهور

۳۶۔ **الدُّرّالمختار** (شرح تنوير الأبصار). للحصكفي، العلّامة علاء الدين محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبدالرحمٰن الحنفي (ت۱۰۸۸ھ)، تحقيق عبد المنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ.۲۰۰۲م

۳۷۔ **ردُّالمحتار** على الدُّرّالمختار. لابن عابدين، العلامة السيّد محمد أمين الشامي الحنفي، (ت ۱۲۵۲ھ)، تحقيق عبدالمجيد طعمه حلبي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۳۸۔ **رمزالحقائق** في شرح كنزالدقائق. للعيني، الإمام بدرالدين أبي محمد محمود الحنفي (ت۸۵۵ھ)، المكتبة النّوريّة الرّضوية، سكهر، الطبعة الأولىٰ ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۲م

۳۹۔ **سُنَن ابن مَاجَة**، للإمام أبي عبد اللّٰه محمد بن يزيد القَزْويني (ت۲۷۳ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت،الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء.

۴۰۔ **سُنَن أبِيْ داؤد**، للإمام سليمان بن أشعث السّجستاني (ت۲۷۵ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء.

۴۱۔ **سُنَنُ الدَّارمِيْ**، للإمام أبِيْ محمد عبداللّٰه بن عبدالرّحمٰن (ت ۲۰۰ھ)، تخريج الشّيخ محمد عبدالعزيز الخالدي، دارالكتب العلمية بيروت.

۴۲۔ **السُّنَنُ الْكُبْرىٰ**، للبيهقي، الإمام أبي بكر أحمد بن الحسين الشّافعي (ت ٤٥۸ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطَّبعة الأولىٰ ۱٤۲۰ھ ۱۹۹۹ء.

۴۳۔ **سُنَنُ النّسائي**، للإمام أبي عبد الرّحمن أحمد بن شعيب الخُرَاسَاني (ت۳۰۳ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطَّبعة الثّانية ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳ء.

۴۴۔ **شرح صحيح مسلم**. للهروي، العلاّمة محمد الأمين بن عبدالله الأرمي العلوي الشّافعي، دارالمنهاج، جدة، ودار طوق النّجاة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹م

۴۵۔ **شرح جوهرة التّوحيد**. للباجوري، العلّامة الشّيخ إبراهيم بن محمد بن أحمد بن الشّافعي، الشّيخ الجامع الأزهر، ۱۲۷۷ھ، ۱۸۶۰م، مكتبة الغزالي، حماة

۴۶۔ **شرح الشّفا** (للقاضي عيّاض)، الإمام الملّا على القاري الهروي الحنفي

(ت۱۰۱۴ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

۴۷۔ **شرح شرح نخبة الفكر**، للإمام الملّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)، فاروقی کتب خانہ، ملتان

۴۸۔ **شرح صحیح مسلم**. للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشافعی (ت۶۷۶ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

☆ **شرح صحیح مسلم** للقاضی عیّاض = إکمال المعلم بفوائد المسلم

۴۹۔ **شرح العلامة الزّرقانی** علی المواهب، للعلامة محمد بن عبدالباقی المصری المالکی (ت۱۱۲۲ھ)، ضبطه عبدالعزیز الهالدی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶

۵۰۔ **شرح نخبة الفكر**، للعسقلانی، الحافظ أبی الفضل شهاب الدّین أحمد الشافعی (ت۸۵۲ھ)، فاروقی کتب خانہ، ملتان

۵۱۔ **الشفا** بتعریف حقوق سیدنا المصطفیٰ ﷺ، للقاضی، الإمام أبی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المالکی (ت۵۴۴ھ)

۵۲۔ **شرح کتاب الفقه الأکبر**، للإمام الملّا علی القاری الحنفی، (ت۱۰۱۴ھ)، تحقیق علی محمد دندل، دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۳۔ **صَحِیْحُ الْبُخَارِیّ**. للإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت ۲۵۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹ء.

۵۴۔ **صحیح مسلم**، للأمام مسلم بن الحجاج القشیری (ت ۲۶۱ھ)، دارالأرقم، بیروت

۵۵۔ **عمدة القاری** (شرح صحیح البخاری)، للعینی، الشیخ الإمام العلامة بدرالدّین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت۸۵۵ھ)، دارالفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

۵۶۔ **غُنْیَةُ الْمُتَمَلّی فی شرح مُنْیَةِ الْمُصَلّی** = حلبی کبیر

۵۷۔ **غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام**، للأویسی، المفتی محمد فیض أحمد الحنفی القادری، قطب مدینة پبلشر، کراتشی

۵۸۔ **فتاویٰ أمجدیة**، لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م

۵۹۔ **فتاوی فیض الرّسول**، للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی، شبیر برادرز، لاهور ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸م

۶۰۔ **فتاویٰ قاضیخان** (علی هامش الفتاوی الهندیة)، للإمام حسن بن منصور الأوزجندی الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، المکتبة الحقانیة، کوئٹه

۶۱۔ **الفتاوی الهندیة**، للشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، المکتبة الحقانیة، کوئٹه

۶۲۔ **فتح المعین** علی شرح الکنز لملّا مسکین، للعلّامة السّید محمد أبی السّعود المصری الحنفی، مکتبة العجائب لذخر العلوم، کوئٹه

۶۳۔ **الفتوحات الٰهیة** بتوضیح تفسیر الجلالین للدّقائق الخفیّة، للعلّامة سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی الشهیر بالجمل، دارالکتب، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳م

۶۴۔ **فَتْحُ الْبَارِی** شرح صحیح البخاری. للعسقلانی، الحافظ أحمد بن علی بن حجر الشّافعی (ت۸۵۲ھ)، تحقیق الشیخ عبدالعزیز بن عبداللّٰه، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّالثة ۱٤۲۱ھ ۲۰۰۰م.

۶۵۔ **اَلْقَوْلُ الْبَدِیْع** فِی الصَّلاةِ عَلَی الْحَبِیْبِ الشَّفِیْع. للسّخاوی، الحافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الشّافعی (ت۹۰۲ھ)، دارالکتاب العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۰۵ھ۔۱۹۸۵ء.

٦٦۔ **کشف الحقائق** (شرح کنزالدقائق)، للعلامة عبدالحکیم الأفغانی (ت۱۳۲۶ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷م

۶۷۔ **کنزالدقائق**. للنّسفی، الإمام أبی البرکات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفی (ت۷۱۰ھ)، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵م)

۶۸۔ **کتاب الأذکار**، للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)، تحقیق بشیر محمد عیون، دارالبیان، دمشق، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م)

Ishaate Islam

٦٩ـ **كنز الإيمان** في ترجمة القرآن، لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد الرضا بن نقي علي خان القادري الحنفي (ت ١٣٤٠هـ)، مكتبة رضوية، كراتشي

٧٠ـ **لباب التأويل في معاني التّنزيل**، للعلامة علاؤ الدّين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن (ت ٧٢٥هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ، ٢٠٠٤م

٧١ـ **مجمع الأنهر** في شرح ملتقى الأبحر، للمحقق الفقيه عبد الرّحمٰن بن محمد المدعوّ بشيخي زاده الحنفي (ت١٠٧٨هـ)، تخريج خليل عمران المنصور، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ،١٩٩٨م

٧٢ـ **مَجْمَعُ الزَّوَائِد** ومنبع الفوائد. للهيثمي، نورالدّين علي بن أبي بكر المصري (ت٨٠٧هـ)، تحقيق عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية، بيروت الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ-٢٠٠١ء.

٧٣ـ **مدارك التنزيل** وحقائق التّأويل، للنّسفي. الأمام أبي البركات عبداللّٰه بن أحمد بن محمود الحنفي (ت ٧١٠هـ)، دارالفكر، بيروت

٧٤ـ **مرقات المفاتيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للإمام الملّا علي بن سلطان محمد القاري (ت١٠١٤هـ) الشيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ، ٢٠٠١م

٧٥ـ **المُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١هـ)، المكتب الإسلامي، بيروت.

٧٦ـ **مِشْكَاةُ الْمَصَابِيْح**. للتّبريزي، الشّيخ وليّ الدّين أبي عبد اللّٰه محمد بن عبدالله الخطيب (ت٧٤١هـ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣ء.

٧٧ـ **مطالع المسرّات**، بجلاء دلائل الخيرات، للفاسي، الإمام محمد المهدي بن أحمد بن علي القصري، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة الثانية ١٣٧٧هـ، ١٩٥٨م

٧٨ـ **المصنّف**، للإمام الحافظ أبي بكر عبدالرّزّاق بن همّام الصنعاني (ت ٢١١هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، ٢٠٠٠

٧٩ـ **المصنّف**. لابن أبي شيبة، للامام أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبه

(ت ٢٣٥هـ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمي، ودار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٧هـ ٢٠٠٦م

٨٠ـ **المصنّف** في الأحاديث والآثار، لابن أبي شيبة، الحافظ عبدالله بن محمد (ت ٢٣٥هـ)، تعليق سعيد محمد الحام (دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤هـ ١٩٩٤م

٨١ـ **المفهم** لماأشكل من كتاب مسلم. للقرطبي، الحافظ أبي العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم (ت٦٥٦هـ)، تحقيق محي الدين ديب مستور أحمد محمد السيّد وغيرهما، دارابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٦هـ، ٢٠٠٥م

٨٢ـ **الْمُوَطَّأ**. إمام مالك بن أنس (ت١٧٩هـ) برواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودي، دار إحياء التُّراث العربي، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ-١٩٩٧ء.

٨٣ـ **معالم التّنزيل**. للبغوي، الإمام أبي الحسين بن مسعود الفرّاء الشافعي (ت ٥١٦هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ، ٢٠٠٤م

٨٤ـ **الْمَوَاهِب اللّدنية** بالمِنَح المحمَّديَّة، للقسطلاني، العلامة أحمد بن محمد (ت٩٢٣هـ)، تعليق مأمون بن محيّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٦هـ،١٩٩٦ء.

٨٥ـ **النّبراس** شرحُ شرحِ العقائد، للفرهاروي، عبدالعزيز بن أحمد الحنفي، فيضي كتب خانه، كوئته

٨٦ـ **نسيم الرّياض** في شرح شفاء القاضي عياض. للخفاجي، العلامة شهاب الدّين أحمد بن محمد بن عمر المصري (ت ١٠٦٩هـ)، تعليق محمد عبدالقادر عطاء، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، ٢٠٠١م

٨٧ـ **الهِدَاية** شرح بداية المُبتدئ، للمرغيناني، برهان الدّين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفي (ت٥٩٣هـ)، تعليق محمد عدنان درويش، دارالأرقم، بيروت.

Ishaate Islam